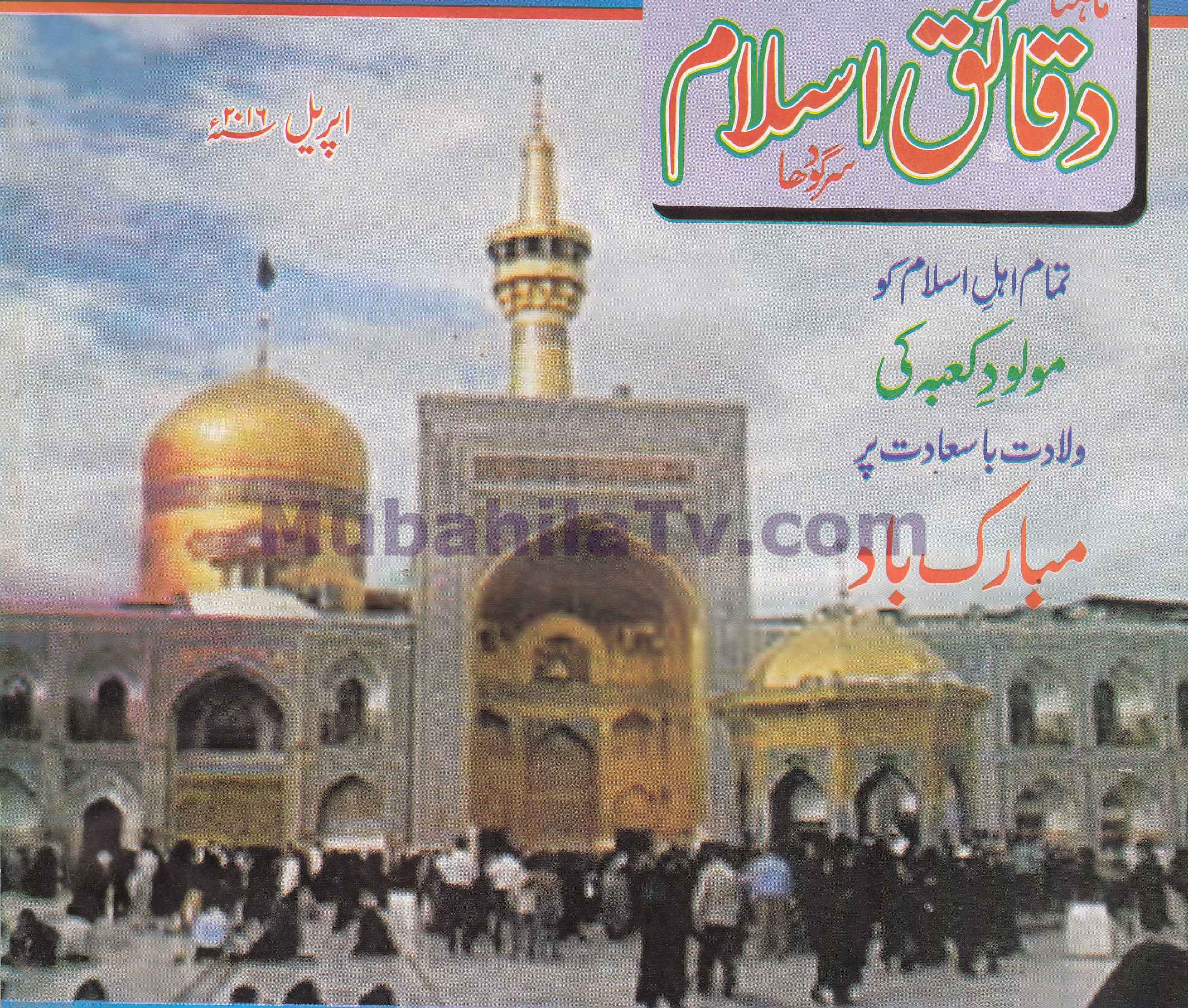
حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان

ماہنامہ

دقائق اسلام

سرگودھا

اپریل ۲۰۱۶ء



تمام اہلِ اسلام کو

مولودِ کعبہ کی

ولادت با سعادت پر

مبارک باد

زیر انتظام

جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا

حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان

ماہنامہ
دقائقِ اسلام
سرگودھا

جلد ۲۰ اپریل ۲۰۱۶ء شمارہ ۴

زیر سرپرستی

مرجع شیعیانِ جہان مفسرِ قرآن

آیت اللہ علامہ محمد حسین النجفی مدظلہ العالی

مؤسس

جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاھد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا

فہرست مضامین

مُدیرِ اعلیٰ: ملک مُمتاز حسین اعوان

مُدیر: گلزار حسین محمدی

پبلشر: ملک مُمتاز حسین اعوان

مطبع: انصار پریس بلاک ۱۰

مقامِ اشاعت: جامعہ علمیہ سُلطان المدارس سرگودھا

کمپوزنگ: الخطّاط کمپیوٹرز 0307-6719282

فون: 048-3021536

زرِ تعاون 400 رُوپے

لائف ممبر 5000 رُوپے

باب العقائد

غلوّ والا کافرانہ عقیدہ

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

غُلوّ کا مطلب یہ ہے کہ کسی ہستی کو اس کے مرتبہ و مقام سے بڑھایا جائے۔ اسلام چونکہ دین فطرت اور دین حکمت و معرفت ہے وہ کسی ہستی کو اس کے مرتبہ و مقام سے نہ کسی طرح بڑھانے کی اجازت دیتا ہے اور نہ گھٹانے کی، بلکہ حفظِ مراتب کی تلقین کرتا ہے۔ ع

گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیق

اسلام نے اپنے ابتدائی کلمہ میں ہی حفظِ مراتب کا درس دے دیا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰهِ

اللہ معبود ہے، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رسول ہیں، اور علیؑ اللہ کے ولی ہیں۔

مگر غُلوّ پسند طبائع نے کچھ اس طرح خلط ملط اور دھاندلی کی ہے جو سب کو آپس میں اس طرح گڈ مڈ کر دیا ہے کہ اب نوبت بایں جا رسید کہ بعض سادہ لوح لوگوں کو یہ تک معلوم نہیں کہ شانِ خدا کیا ہے اور مقامِ مُصطفیٰؐ و مُرتضیٰؑ کیا ہے اور ان میں باہمی فرق کیا ہے؟ ع

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

اور پھر عذر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ان ذواتِ مُقدّسہ کے حق میں جو کچھ کہا جائے وہ کم ہے، یہاں غُلوّ ممکن ہی ہی نہیں۔ بقولِ شاعر

گویند غالیم بہ ثنائے تو یا علیؑ
حق اینکہ من ز حق ثنائے تو قاصرم

کبھی ان غُلوّ نواز حضرات نے یہ سوچنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے کہ اگر غلوّ ممکن ہی نہیں تھا تو خدا و مصطفیٰؐ اور خود ائمہ ہدیٰؑ نے غُلوّ سے روکا کیوں ہے؟ اور ایسا کرنے والوں پر کیوں لعنت بھیجی ہے؟

خدا فرماتا ہے:

يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ

اے اہلِ کتاب! دین میں غُلوّ نہ کرو۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لا ترفعونی فوق محلّی

مجھے میرے مرتبہ و مقام سے بلند نہ کرنا۔

(سابع بحار الانوار)

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں:

ھلك فیّ اثنان محبٌّ غالٍ و مبغض قال

کہ میرے متعلّق دو قسم کے لوگ ہلاک و برباد ہوجائیں گے۔ ایک مجھے میرے مقام سے بڑھانے والا (نادان) دوست، دوسرا مجھے میرے مقام سے گھٹانے والا (احمق) دشمن ...... (نہج البلاغہ)

نیز اگر غلوّ ناممکن ہے تو پھر تو امامؑ کو نبیؐ اور نبیؐ کو

خدا کہنا بھی جائز ہوگا؟......ساجد کو مسجود اور عابد کو معبود اور مخلوق کو خالق اور مرزوق کو رازق کہنا بھی مباح ہوگا؟

اور اگر ایسا کہنا جائز نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر وہ خیال باطل اور محال ہوگیا کہ غُلُوّ ممکن نہیں ہے۔ یہ چیز صرف واہمہ کی پیداوار ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

لا تدعونا اربابًا ثم قولوا فی فضلنا ما شئتم و لن تبلغوا کی حقیقت سمجھنے کے لیے گوش شنوا اور دیدۂ بینا درکار ہے۔

"ثم قولوا فی فضلنا" کے اثبات سے پہلے "لا تدعونا اربابًا" کی نفی میں سب کچھ سمجھا دیا گیا ہے۔

عاقلاں را اشارتے کافی است

لطف یہ ہے کہ یہ سب کچھ محبّت اہلِ بیتؑ، بلکہ آلِ محمدؐ کے نام پر کیا جاتا ہے۔ محبّت ہو یا عشق، وہ عقیدت و عمل میں محبوب کے اتباع و اطاعت کا تقاضا کرتے ہیں۔ محبوب کچھ کرتے ہیں اور مُحبّ الٹ کرتے ہیں، اور محبوب کے احکام کی پروا نہیں کرتے۔ یہ فریبِ نفس ہے، عشق و محبّت نہیں ہے۔ ع

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

یہ بالکل واضح حقائق ہیں۔ مگر:

آنکھیں ہوں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

☆

ضروری گزارش

ماہنامہ دقائق اسلام میں اپنے سوالوں کے جوابات حاصل کریں

حضرت آیت اللہ علامہ محمد حسین نجفی دام ظلّہ العالی سے تعلیماتِ آلِ محمدؐ کی روشنی میں اپنے سوالوں کے جوابات حاصل کرنے کے لیے اپنے سوالات صاف صاف لکھ کر جوابات کی جگہ چھوڑ کر مدیر ماہنامہ دقائق اسلام کے نام بذریعہ ڈاک ارسال فرمائیں، تا کہ ماہنامہ دقائق اسلام میں ان کے جوابات شائع کیے جا سکیں۔ (مدیر)

باب التفسیر

عبادت کا صحیح اسلامی مفہوم

اور اس کی ضرورت اور غرض و غایت

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

عام طور پر عبادت ان چند مخصوص اعمال کو سمجھا جاتا ہے جو انسان خدا کی بارگاہ میں بجالاتا ہے جیسے نماز، روزہ وغیرہا۔ لیکن ارباب علم اور اطلاع پر پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ عبادت کا نہایت ہی محدود اور تنگ مفہوم ہے۔ عبادت کے لفظی معنی اپنی عاجزی اور درماندگی کا اظہار ہیں اور اصطلاح شریعت میں خداوند عالم کی رضا جوئی اور خوشنودی کی خاطر اس کی بارگاہ میں نذرانہ عبودیت و بندگی پیش کرنا اور اس کے احکام کی تعمیل کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کا پہلا رکن نیت کا خالص ہوتا ہے۔ (وانما الاعمال بالنیات) کوئی شخص بظاہر کتنا ہی عمدہ اور اچھا کام کرے مگر جب تک اس کا مقصد اظہار بندگی اور خدا کے حکم کی تعمیل نہ ہو اس وقت تک اسے عبادت نہیں سمجھا جا سکتا اور عبادت کے وسیع مفہوم کا دوسرا رکن ہے خدا کے احکام کی اطاعت۔ لہٰذا اس میں کسی خاص کام اور کسی خاص طرز و روش کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ انسان کا ہر وہ اختیاری اور جائز و مباح کام جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کی فرمانبرداری کرنے کے لئے کیا جائے وہ عبادت ہے اور اس کا عامل اجر و ثواب کا مستحق ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تجرد کی زندگی بسر کرنا، ریاضات شاقہ بجا لانے، چلہ کشی کرنے، مرغن غذا نہ کھانے، عمدہ لباس زیب تن یہ کرنے، لوگوں سے تعلقات قطع کر کے عزلت نشینی اختیار کر کے اور کسی غار یا جنگل میں بیٹھ کر "حق ہو" کا نعرہ بلند کرنے کا نام عبادت نہیں ہے، بلکہ حلال روزی کمانے، اہل و عیال کے حقوق ادا کرنے، خدا پر بھروسا کرنے، نعمات پر شکر کرنے مشکلات و مصائب پر صبر کرنے، کسی شکستہ دل کو تسلی دینے، محتاج کی مدد کرنے، مسکین، یتیم، بیوگان کی امداد کرنے لوگوں کے باہمی بغض و عداوت کو دور کر کے ان کے درمیان راہ و رسم محبت و اخلاص عام کرنے نیز نماز روزہ وغیرہا اعمال صالحہ بجا لانے کا نام "عبادت" ہے الغرض اس کے اندر انسانی زندگی کے وہ تمام جائز و مباح کام داخل ہیں جن کی بجا آوری سے خدائے قدوس کی بارگاہ میں اپنی بندگی کا اظہار، اس کی اطاعت کا اقرار اور اس کی خوشنودی درکار ہو۔

عبادت کی ضرورت

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان اشرف المخلوقات ہے لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ اس کی اس اشرفیت کا دارو مدار کس بات پر ہے؟ آیا اس کے حسن و جمال پر یا اس کے مال و منال پر یا اس کے دنیوی جاہ و جلال پر؟ ظاہر ہے

کہ ان چیزوں میں سے کسی چیز پر بھی انسانی مجد وشرف کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

انسان کی نجابت وشرافت کا دارومدار علم وعمل پر ہے۔ بالفاظ دیگر انسان کی شرافت ذاتی ایمان اور عمل صالح پر موقوف ہے کیونکہ علم کی دو قسمیں ہیں۔

ایک نظری جس کا تعلق اصول عقائد) جیسے توحید، عدل، نبوت، امامت اور قیامت وغیرہ (کے ساتھ ہے جن پر صرف ایمان لانا فرض ہے مگر ان میں کسی عمل کی ضرورت نہیں ہے۔

دوسری عمل جس کا تعلق ان اعمال صالحہ کے ساتھ ہے جن کا بجا لانا ضروری ہے جیسے نماز، روزہ حج وزکوۃ وغیرہ اسلام میں انسان کی فوز وفلاح کو ایمان اور عمل صالح ہر دو کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے قرآن وحدیث میں ہر جگہ بلا استثناء ایمان کو اولی اور عمل صالح کو ثانوی حیثیت دی گئی ہے۔ والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنو وعملوا الصلحت (عصر:١) "قسم ہے زمانہ کی کہ سب انسان گھاٹے میں ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے"۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین امنوا وعملوا الصلحت فلھم اجر غیر ممنون (والتین:١) فالذین امنو وعملوا الصلحت فی جنت النعیم (حج:٧) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ آرام دہ باغات میں ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح لازم وملزوم ہیں اگر ایمان مکمل ہو تو عملی کمزوری کا تصور بھی نہیں ہوسکتا جہاں بھی عمل میں کچھ بھی نہیں ہوسکتا جہاں بھی عمل میں کچھ نقص ہوگا تو اتنی ہی ایمان میں بھی کمزوری ہوگی کیونکہ کسی چیز پر پورا یقین ہوجانے کے بعد اس کے برخلاف عمل کرنا انسانی فطرت کے خلاف ہے بھلا جس شخص کو یہ یقین ہو کہ آگ جلاتی ہے پھر وہ کیونکر اس میں ہاتھ ڈالنے کی جرات کرسکتا ہے ہاں ایک طفل نادان جسے آگ کے جلانے کا یقین نہیں ہے وہ ضرور اس میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے گا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ عمل کی کمزوری یقین وایمان کی کمزوری کا راز فاش کرتی ہے اس سے واضح ہوگیا کہ اسلام کی نظر میں ایمان وعمل باہم اس طرح لازم وملزوم ہیں کہ ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ دارین کی فوز وفلاح اور اخروی اجرو مغفرت کا انہی پر دارومدار ہے۔ وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحت منھم مغفرۃ واجر عظیماً (فتح:٣) "اللہ تعالی نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے"۔ انسان کو عبد کہا گیا ہے ظاہر ہے کہ عبد کا یہ فرض ہے کہ اپنے معبود کی اطاعت کرے۔ جس کو شریعت کی زبان میں عبادت کہا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی انسان کہلانے کا حقدار وہی شخص ہے جو فرض عبادت کو بجالاتا ہے کیونکہ یہی اس کی غرض خلقت ہے چنانچہ خالق حکیم فرماتا ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ "یعنی میں نے جن اور انسان کو صرف اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں"۔ ایک اور مقام پر فرماتا ہے۔ وما امرو الا لیعبدو اللہ مخلصین لہ الدین۔ "یعنی ان کو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ خلوص کے ساتھ خدا کی عبادت کریں"۔

ان حقائق سے یہ بات بالکل واضح و آشکار ہوجاتی ہے کہ جو شخص یہ فرض عبادت ادا نہیں کرتا یا اس کی ادائیگی میں پس و پیش کرتا ہے وہ حقیقت میں انسان کہلانے کا حقدار نہیں ہے کیونکہ کوئی چیز اس وقت وہ چیز کہلا سکتی ہے جب کہ اس پر وہ غرض مترتب ہو جس کے لیے وہ وجود میں لائی گئی ہے اسی لئے خدائے حکیم نے کفار و مشرکین کو "کالانعام بل هم اضل" ۔ "چوپاؤں کی مانند بلکہ ان سے بھی گیا گزرا" قرار دیا ہے۔ اور ایک اور مقام پر ان لوگوں کو اسی لیے "شرالدواب" "زمین پر سب چلنے پھرنے والے جانداروں سے بدترین جانور" قرار دیا گیا ہے، جو حق و حقیقت سے روگردانی کرتے ہیں اور اپنے خالق کی چوکھٹ پر سر تسلیم خم نہیں کرتے حق تو یہ ہے کہ ؎

زندگی مقصود بہر بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

عبادت کی غرض و غایت

اس میں کوئی شک نہیں کہ خالق حکیم نے ہمیں اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ بلکہ اسی عبادت کو ہی غرض خلقت قرار دیا ہے۔ (کما تقدم)

اور یہ بات بھی محتاج بیان نہیں ہے کہ: "فعل الحکیم لا یخلو من الحکمة" ۔ "کہ حکیم کا کوئی فعل حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا" ۔ اور یہ حقیقت بھی ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ خداوند عالم غنی مطلق اور ساری کائنات سے بے نیاز ہے۔ اس لیے اس عبادت کا فائدہ اس کی طرف تو عائد نہیں ہو سکتا۔ اس لیے تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کی بازگشت ہماری طرف ہے۔ اب وہ ہمارا کون سا فائدہ ہے؟ اس سوال کا جواب خالق اکبر نے اس آیت میں دیا ہے، ارشاد فرماتا ہے: یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون (البقرہ ۳) اے لوگو! اپنے اس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا، تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔ اس آیت مبارکہ سے بعبارۃ النص ظاہر ہو گیا کہ عبادت کی غرض و غایت تقویٰ کا حاصل کرنا ہے۔

☆

باب التفسیر

کافروں سے مراسم محبت استوار کرنے کی مذمت

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡکٰفِرِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِ
الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ اَتُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ عَلَیۡکُمۡ سُلۡطٰنًا مُّبِیۡنًا ﴿۱۴۴﴾
اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ فِی الدَّرۡکِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَ لَنۡ تَجِدَ لَهُمۡ
نَصِیۡرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اَصۡلَحُوۡا وَ اعۡتَصَمُوۡا بِاللّٰهِ وَ اَخۡلَصُوۡا
دِیۡنَهُمۡ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ وَ سَوۡفَ یُؤۡتِ اللّٰهُ
الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا یَفۡعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِکُمۡ اِنۡ شَکَرۡتُمۡ وَ
اٰمَنۡتُمۡ ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ شَاکِرًا عَلِیۡمًا ﴿۱۴۷﴾ (سورۃ النساء: ۱۴۴ تا ۱۴۷)

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست مت بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ کو کھلی ہوئی دلیل مہیا کر دو۔ (۱۴۴) بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے والے تو طبقہ میں ہوں گے۔ اور تم ان کے کوئی یار و مددگار نہیں پاؤ گے۔ (۱۴۵) سوا ان کے جنھوں نے توبہ کی، اپنی اصلاح کر لی۔ اور اللہ سے وابستہ ہو گئے، اور اللہ کے لیے اپنا دین خالص کر دیا (خلوص کے ساتھ اس کی اطاعت کرنے لگے) تو یہ لوگ مومنین کے ساتھ ہوں گے اور اللہ اہلِ ایمان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ (۱۴۶) اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لے آیا تو اللہ تمھیں عذاب کر کے کیا کرے گا اور اللہ تو بڑا قدردان ہے (اور) بڑا جاننے والا ہے۔ (۱۴۷)

تفسیر الآیات

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ...... الآیة

اے ایمان والو! اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا ولی نہ بناؤ، لہٰذا اگر تم نے کافروں اور منافقوں سے مراسم ولایت استوار کیے رکھے اور ان سے دنیاوی روابط قطع نہ کیے، تو یہ تمھاری منافقت کا بیّن ثبوت ہوگا، اور اسی طرح خداوند عالم کو تمھارے ساتھ کافروں اور منافقوں والا سلوک کرنے کے جواز کی واضح دلیل مل جائے گی۔ اور پھر تمھارا کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔ بے شک مومن و متقی جنّت میں جائیں گے۔ کیونکہ وہ کھُلّم کھلا مومن ہیں۔ اور کافر جہنم میں جائیں گے۔ کیونکہ وہ کھُلّم کھلا کافر ہیں۔ مگر منافقین کا انجام سب سے بدتر ہوگا کہ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں رکھ کر جلائے جائیں گے۔ کیونکہ ان آستین کے سانپوں کا کردار اور ان کی روش و رفتار سب سے زیادہ ابتر و بدتر تھیں۔ کیونکہ وہ ظاہر تو اسلام کرتے تھے مگر چھپاتے تے کفر تھے۔ اور دونوں سے اپنا مفاد اٹھاتے تھے اور سب کو دھوکا دیتے تھے۔ نہ کھلے ہوئے مومن تھے اور نہ کھلے ہوئے کافر۔ اس لیے تم ان کا کوئی یاور و مددگار نہیں پاؤ گے۔ وذالک ھو الخسران المبین۔

اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا...... الآیۃ

مگر وہ منافق جنھوں نے ① توبہ کر لی ② اپنی اِصلاحِ احوال کر لی ③ خدا کے دامن توحید کو مضبُوطی سے تھام لیا ④ اور اپنا دین خدا کے لیے خالص کر لیا اور ریاکاری سے پاک کر لیا تو بے شک خدائے توّاب ان کی توبۃ النُّصوح قبول فرمائے گا، اور ان کا حشر ونشر اہلِ ایمان کے ساتھ فرمائے گا۔ اور اہلِ ایمان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

اس سے معلُوم ہوا کہ نفاق کا وہ برا انجام جو اوپر بیان ہوا ہے، وہ اس وقت ہوگا جب کوئی منافق اپنے آخری لمحاتِ حیات تک اپنے نفاق پر قائم رہے گا۔ لیکن جس طرح کافر کے مُسلمان ہو جانے سے پہلے والا کفر اور اس کے آثار ختم ہو جاتے ہیں، اسی طرح اگر کوئی منافق نفاق سے توبہ کر کے مخلص مومن بن جائے تو اس سے وہ جماعت مومنین کا فرد بن جائے گا اور سابقہ برے نفاق کے برے آثار ونتائج کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کما لا یخفی

مَا يَفۡعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمۡ...... الآیۃ

اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی رحمت تو لوگوں کو اپنی آغوش میں لینے کے لیے بہانے تلاش کرتی ہے، کوئی قیمت طلب نہیں کرتی، رحمت حق بهانه می جوید بهانمی جوید۔ لہٰذا اگر تم کفر اور گمراہی چھوڑ کر ایمان لے آؤ، اور نافرمانی وناشکری چھوڑ کر نیکوکار وشکر گزار بندے بن جاؤ تو اللہ تمھیں عذاب کر کے کیا کرے گا؟ اللہ تو بڑا قدردان اور بڑا جاننے والا ہے۔ وہ بڑا بے نیاز ہے۔ وہ کسی کو سزا دینے یا اس سے انتقام لینے کا محتاج نہیں ہے۔ وہ شاکر اور علیم بھی اور رحیم وکریم بھی ہے۔

اِیضَاح:

اس آیت میں ایک اصل عظیم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ثواب و عذاب اس لیے نہیں ہے کہ خدا بادشاہوں یا بت پرستوں کے دیوتاؤں کی طرح جب خوش ہو جائے تو انعام دینے لگتا ہے اور جب ناراض ہو جائے تو جوشِ انتقام میں عذاب میں ڈال دیتا ہے، بلکہ حقیقت الامر یہ ہے کہ یہ جزاء وسزا انسانی عمل وکردار اور اس کی روش ورفتار کا قدرتی خاصہ ونتیجہ ہے، یا اس کا وہ اثر وضعی ہے، جو کبھی اس سے جدا نہیں ہوتا۔ خدائے حکیم نے اپنی حکمت کاملہ کے تحت جس طرح دنیا میں ہر چیز کا ایک خاصہ اور اثر قرار دیا ہے، اسی طرح انسان کے ہر عمل کا جو وہ دنیا میں کرتا ہے، ایک خاصہ اور اثر قرار دیا ہے، جو جزا یا سزا کی صورت میں اس سے الگ نہیں ہوتا، جو حضرات اس موضوع کے بارے میں مزید معلُومات حاصل کرنا چاہیں وہ کتاب ''العلم الکلام'' کا مطالعہ کریں۔

ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار بجاہ النبیؐ وآلہ الاطہارؑ۔

باب الحدیث

والدین کی نافرمانی کرنے کی مذمت

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

① حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اے انسان! ماں باپ کی فرمانبرداری کرے گا تو جنّت تیرا مقام ہے۔ اور نافرمانی کرے گا تو جہنم تیرا ٹھکانا ہے۔

(اصول کافی)

② حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، فرمایا: اگرچہ ماں باپ ظالم بھی ہوں تو جو شخص ان کی ناراضی کی نگاہ ڈالے تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔ (اصول کافی)

③ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ خبردار! والدین کے عاق (نافرمان) ہونے بچنا۔ کیونکہ جنّت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے۔ مگر چند آدمی ایسے ہیں کہ ان کے ناک میں جنّت کی خوشبو بھی نہیں پہنچے گی۔ ان میں سے ......

① ایک والدین کا عاق ہے
② دوسرا قطع رحمی کرنے والا
③ تیسرا بوڑھا زناکار
④ چوتھا ازراہِ تکبر تہبند زمین پر گھسیٹنے والا۔

(اصول کافی)

④ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: یہ بات بھی عقوق میں داخل ہے کہ آدمی اپنے والدین کی طرف غضبناک نگاہ سے دیکھے۔

(اصول کافی)

باب المسائل

مختلف دینی و مذہبی سوالات کے جوابات

مطابق فتویٰ: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی

سائل: محمد توقیر رضا آف راولپنڈی

سوال نمبر ۱: کچھ لوگ امریکہ اور اسرائیل مردہ باد کے نعرے لگاتے ہیں کہ یہ دشمن اسلام ہیں۔ یہ نعرہ لگانا کیسا ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: یہ نعرہ لگانا جائز ہے، بلکہ ہر دشمن اسلام و مسلمین کے بارے میں ایسا نعرہ لگانا اور ان کے لیے بددعا کرنا جائز ہے۔

سوال نمبر ۲: اکثر ہم مجالس میں سنتے ہیں کہ جناب بلال جو حضرت رسولِ خدا ﷺ کے مؤذن تھے، ان کو ایک بار اذان دینے سے روکا گیا، جس کی وجہ سے صبح نہیں ہوئی تھی، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تک بلال اذان نہیں دے گا تب تک صبح نہیں ہوگی۔ یہ روایت کیسی ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: یہ روایت بالکل سینہ گزٹ ہے۔ ہماری کتب معتبرہ میں اس کا کوئی نام و نشان بھی موجود نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳: کیا ایسے پیش نماز کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے جس کی قراءت درست نہ ہو۔؟

الجواب باسمہ سبحانہ: اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ پیش نماز کے لیے مؤمن اور عادل ہونا اور اس کی قراءت کا صحیح ہونا شرط ہے۔ مگر اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ اس کی قرائت درست نہیں ہے؟ ممکن ہے کہ مُقتدی کی اپنی قراءت غلط ہو۔

سوال نمبر ۴: کیا عورت نامحرم مردوں کو درس دے سکتی ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: ہاں دے سکتی ہے۔ مگر شرعی پردہ کر کے۔

سوال نمبر ۵: کیا ٹوپی پہننا جائز ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: ہاں ٹوپی پہننا جائز ہے۔ مگر نماز پگڑی باندھ کر پڑھنا افضل ہے۔

سوال نمبر ۶: ہم لوگ ایک مُشکل میں پڑ گئے ہیں، وہ مسئلہ یہ ہے کہ تصوف اور عرفان میں کیا فرق ہے؟ ایک عالم دین کہہ رہے تھے کہ عرفان تصوف کا بدلا ہوا نام ہے۔ اور یہ بھی سنتے ہیں کہ ایک اسلامی عرفان ہے اور دوسرا غیر اسلامی۔ ان کا باہمی فرق واضح فرمائیں۔

الجواب باسمہ سبحانہ: آپ کے عالم دین نے بالکل ٹھیک کہا کہ عرفان تصوف ہی کا بدلا ہوا نام ہے۔ یہ دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی اور اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے رسالہ سیر و سلوک کا مطالعہ ہی کافی ہے۔ مزید برآں میرے

رسالہ "اقامۃ البرہان علیٰ بطلان التصوف والعرفان" کی طباعت کا انتظار کریں، سب حقیقت واضح و آشکار ہوجائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

نیز واضح رہے کہ ملکی فتوحات کسی کی حقانیت کی دلیل نہیں ہوتیں۔ ثانی نے بڑے ممالک فتح کیے تھے تو پھر کیا وہ حق پر تھے؟ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ان اللہ یؤید ھذا الذین بالذین لاخلاق لھم۔ خداوند عالم اس دین (اسلام) کی ان لوگوں کے ذریعہ سے تائید کرا دیتا ہے جن کا دین سے تعلّق نہیں ہوتا۔ (حدیث نبوی مُتّفق علیہ) سردست اس موضوع کے بارے میں اتنا ہی کافی ہے۔ انشاء اللہ۔

سائل: عقیل عباس صاحب

سوال نمبر ۱: ہیل سمیا نامی ایک خون کی بیماری ہے۔ اگر میاں بیوی اس مرض میں مُبتلا ہوں تو ان کا بچہ بلڈ کینسر کا مریض ہوسکتا ہے۔ تو کیا ہونے والے دولھا اور دلہن شادی سے پہلے ٹیسٹ کروا سکتے ہیں؟

الجواب باسمہ سبحانہ: ہاں، وہ ایسا کروا سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۲: اگر میاں بیوی اس مرض کے مریض ہیں جن کو شادی سے پہلے پتا نہ تھا تو کیا وہ بچہ پیدا کرنے یا نہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں؟

الجواب باسمہ سبحانہ: ہاں، ان کو اس بات کا اختیار ہے۔

سوال نمبر ۳: اگر بچہ کا ٹیسٹ کرایا جائے اور ڈاکٹر کہے کہ بچہ اس بیماری میں مُبتلا ہے لہٰذا حمل گرا دیا جائے۔ کیونکہ اس کے بلڈ کینسر میں مُبتلا ہونے کا خطرہ ہے تو آیا پندرہ ہفتوں کے بعد حمل کو ضائع کرنا جائز ہے؟۔

الجواب باسمہ سبحانہ: ان حالات میں حمل کا گرانا جائز نہیں ہے۔ واللہ علی کل شیءٍ قدیر

سوال نمبر ۴: کیا بچہ پیدا کرنے سے پہلے ہم لوگ استخارہ کرسکتے ہیں؟

الجواب باسمہ سبحانہ: استخارہ کرنے کا کوئی محل نہیں۔

سائل: سید سفیر حسین کاظمی

سوال نمبر ۱: رأس الیہود سے حضرت علی علیہ السّلام کا مکالمہ اور فرقوں والی حدیث کے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی وفات کے بعد ان کی امت کے اکہتر فرقے ہوگئے، ستر جہنّمی تھے اور صرف ایک جنتی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ان کی امت کے بہتر فرقے ہوگئے، تا آخر۔ آیا یہ حدیث مستند ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: ہاں، یہ واقعہ مستند ہے اور ہماری بہت سی کتابوں میں مذکور ہے۔ جیسے بحر المعارف، احتجاج طبرسی اور انوار نعمانیہ وغیرہ وغیرہ۔

سائلہ: عترت ابرار

سوال نمبر ۱: آج کل جادو کے بارے میں بہت کچھ کہا سنا جاتا ہے کہ فلاں نے جادو کرا کے فلاں کا کاروبار تباہ کرا دیا ہے۔ یا فلاں کی اولاد نہیں ہو رہی، اس پر جادو ہوا ہے۔ یا فلاں کو نظر بد لگ گئی ہے۔ برائے مہربانی یہ فرمائیں کہ ان سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: ان سے بچنے کا طریقہ خالق کائنات کی ذات ذوالجلال پر غیر متزلزل یقین و ایمان ہے۔ ع

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

سائل محمد اکرم

سوال نمبر ۱: کیا سٹیٹ لائف انشورنش کی پالیسی لینا جائز ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: ہاں جائز ہے۔ تفصیل قوانین الشریعہ جلد ۲ کے مسائل جدیدہ میں دیکھیں۔

سائل سید رضا نقوی

سوال نمبر ۲: ہم چار بہن بھائی ہیں۔) دو بھائی اور دو بہنیں(والدہ بھی زندہ ہیں۔ ہم چاروں بہن بھائی اکٹھے اپنے دس مرلہ مکان میں رہتے ہیں۔ یہ مکان پانچ مرلہ پر تعمیر ہے اور پانچ مرلہ کا پلاٹ خالی ہے۔ میں نے اپنی بیوی کا زیور بیچ کر اوپر والا حصّہ تعمیر کرایا۔ اب اگر میں وہ حصّہ کرایا پر دوں تو میرے دوسرے بہن بھائیوں کا حصّہ بھی ہوگا۔ نیز میں باقی پانچ مرلے جو خالی پڑے ہیں، ان پر بھی مکان بنوا کر کرایہ وصول کرسکتا ہوں، جبکہ والدہ کہتی ہیں کہ نہیں، اس مکان میں سب حصّہ دار ہیں۔

الجواب باسمہ سبحانہ: آپ کی والدہ صحیح کہتی ہیں۔ آپ نے جو بالائی حصّہ تعمیر کیا ہے تو اپنی ذاتی رقم سے تعمیر کیا ہے مگر تحتانی مکان تو مشترکہ ہے۔ اور اب جو مکان تعمیر کرنا چاہتے ہیں وہ پلاٹ بھی سب کا مشترکہ ہے۔ لہٰذا دیانت و امانت، نیز احتیاط کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اس کرایہ اور آمدنی سے دوسرے بہن بھائیوں کو کچھ نہ کچھ دے دیا کریں تاکہ وہ بھی خوش ہو جائیں اور آپ پر حرص و آز کا الزام عائد نہ ہو اور ان کی آمدن بالکل جائز ہو۔ واللہ الموفق

وانا الاحقر محمد حسین عفی عنہ بقلمہ سرگودھا

سائل: محمد حسین جعفری پی اے ایف سرگودھا

سوال نمبر ۱: ایک جگہ امام بارگاہ کے لیے وقف تھی، جس نے وقف کی تھی اس کے ورثہ نے بعد میں اس جگہ کو اپنے ذاتی استعمال میں لے لیا ہے، وہ کسی صورت میں دینے کے لیے آمادہ نہیں ہیں۔ اگر کوشش کی جائے تو شاید وہ پیسے دے دیں لیکن چونکہ وقف کو نہ فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ تبدیل کیا جاسکتا ہے اگر پیسے ان سے اس جگہ کے وصول کر لیے جائیں تو آیا جائز ہے یا نہ؟ اور اگر جائز ہے تو کیا وصول شدہ رقم امام بارگاہ پر ہی خرچ کرنا ہوگی یا ضرورت کی صورت میں مسجد اور مدرسہ پر بھی خرچ کی جاسکتی ہے۔

الجواب باسمہ سبحانہ: ان لوگوں کا قبضہ وقف شدہ جگہ پر شرعاً حرام ہے اور ع

گندم اگر بہم نہ رسد بھس غنیمت است

کے طور پر ان سے اس جگہ کا پیسہ لینا جائز ہے اور احتیاط یہ ہے کہ اس رقم کو امام بارگاہ اور اس کی ضروریات پر صرف کیا جائے جس میں صحیح مجالس کا انعقاد بھی شامل ہے۔ واللہ العالم

سوال نمبر ۲: ایک شخص چند سال کی نمازیں اجارہ پر لیتا ہے۔ کیا تمام وصول سدہ رقم میں نمازیں تمام کرنے سے پہلے تصرف کرسکتا ہے اور اگر اس دوران اس رقم سے کوئی اسے فائدہ حاصل ہو مثلاً پرائز بانڈ خرید کر رکھ لے اور انعام نکل آئے تو کیا فائدہ اور انعام کی تمام رقم کا مالک ہوگا، اور اگر اس دوران اس کے خمس کی تاریخ آجائے تو اجارہ کی تمام رقم کا خمس نکالنا واجب

ہوگا یا جتنے سالوں کی نمازیں پڑھ چکا ہے فقط اس رقم کا خمس نکالنا واجب ہوگا؟

الجواب باسمہ سبحانہ: ہاں اس رقم میں تصرف کرتا ہے اور اگر کوئی فائدہ حاصل ہو تو وہ اس کا مالک بھی ہوگا۔ اور تمام بچت سے خمس ادا کرے گا۔ واللہ العالم

سوال نمبر۳: خطبہ نکاح جو حدیث ہے، حدیث کی کتابوں میں یہ جملہ ہے "تناکحوا تناسلوا" کیا کسی حدیث کی کتاب میں "وتکثروا" کا جملہ آپ کی نظر سے گزرا ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: نکاح کرنا، نسل بڑھانا اور بکثرت اولاد پیدا کرنا اور؟...... اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ جملہ وسائل الشیعہ باب النکاح میں مذکور ہے۔ فراجع

سوال نمبر۴: بعض کتابوں یہ واقعہ ملتا ہے کہ دعبل خزاعی نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے سامنے ایک قصیدہ پڑھا جس میں معصومین علیہم السلام کے اسماء گرامی تھے، جب حضرت امام زمانہ علیہ السلام کا اسم شریف آیا تو امام رضا علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور سر پر ہاتھ رکھا۔ اس بارے میں آپ کی تحقیق کیا ہے۔

الجواب باسمہ سبحانہ: اس قصہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ بلکہ جناب دعبل خزاعی کے مرثیہ میں امام رضا اور حضرت امام زمانہ کا ذکر ہی نہیں ہے۔ امامؑ نے ایک شعر میں اپنا ذکر اور دو شعروں میں امام زمانہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ امام کے کھڑے ہونے کا واقعہ کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے بلکہ یہ قصہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب ہے مگر حوالہ آج تک نہیں ملا ہے۔

سوال نمبر۵: ایک شخص خمس کا پابند ہے اور دوران سال وہ جہیز بنا کر اپنی بیٹی کی شادی کر دیتا ہے، آیا جب یہ سامان بیٹی کی ملکیت میں چلا جائے گا تو اس پر خمس واجب ہوگا یا نہ؟ اگر واجب ہوگا تو آیا ملکیت بننے کے بعد فوراً واجب ہوگا یا سال گزرنے کے بعد جو سامان سال بھر استعمال نہیں ہوگا اس پر واجب ہوگا اور موجودہ قیمت کا حساب لگایا جائے گا یا اس وقت کی قیمت خرید کا۔

الجواب باسمہ سبحانہ: اگر فضول خرچی نہ کی جائے بلکہ سادگی اور واجبی سامان پر اکتفا کی جائے تو کسی پر بھی خمس واجب نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوال نمبر۶: ایک شخص خمس کا پابند نہیں ہے، اور اس نے اپنی بیٹی کو جو جہیز دیا ہے اس پر خمس کب واجب ہوگا۔ بیٹی کی ملکیت بننے کے فوراً بعد یا سال گزرنے کے بعد؟۔

الجواب باسمہ سبحانہ: اس صورت میں خمس والد پر واجب ہوگا اور اگر وہ ادا نہ کرے تو پھر لڑکی پر واجب ہوگا۔ اس کی ملکیت میں داخل ہونے کے بعد۔

سوال نمبر۷: ایک شخص اہل سنت سے جو کہ خمس کا قائل نہیں ہے، اور اس کی بیٹی شیعہ ہے یہ جو اپنی بیٹی کو جہیز دے گا اس پر خمس واجب ہوگا یا نہ؟ اور اگر واجب ہوگا تو کب۔ آیا اس کی ملکیت میں آنے کے فوراً بعد یا سال گزرنے کے بعد؟

الجواب باسمہ سبحانہ: لڑکی پر خمس کی ادائیگی واجب ہوگی، ملکیت میں داخل ہونے کے بعد اور وہ بھی قیمت خرید کے مطابق۔ واللہ العالم

باب المتفرقات

دیدارِ صاحب الزمانؑ کے شوق کی فراوانی

ترجمہ علامہ مفتی جعفر حسین ، انتخاب و ترتیب: نوید سحر زمان شاہی

نہج البلاغہ میں حضرت کمیل بن زیاد سے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی گفتگو درج ہے، اس گفتگو کے آخر میں حضرت صاحب الزمانؑ کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں:

......ہاں! مگر زمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہتی کہ جو خدا کی حجّت کو برقرار رکھتا ہے، چاہے وہ ظاہر و مشہور رہو یا خائف و پنہاں، تاکہ اللہ کی دلیلیں اور نشان مٹنے نہ پائیں اور وہ ہیں ہی کتنے اور کہاں پر ہیں؟

خدا کی قسم وہ تو گنتی میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور اللہ کے نزدیک قدر و منزلت کے لحاظ سے بہت بلند۔ خداوند عالم ان کے ذریعہ سے اپنی حجتوں اور نشانیوں کی حفاظت کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ ان کو اپنے ایسوں کے سپرد کر دیں اور اپنے ایسوں کے دلوں میں انھیں بو دیں۔ علم نے انھیں ایک دم حقیقت و بصیرت کے انکشافات تک پہنچا دیا ہے۔ وہ یقین و اعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں اور ان چیزوں کو جنھیں آرام پسند لوگوں نے دشوار قرار دے رکھا تھا، اپنے لیے سہل و آسان سمجھ لیا ہے اور جن چیزوں سے جاہل بھڑک اٹھتے ہیں ان سے وہ جی لگائے بیٹھے ہیں۔

وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے سہتے ہیں کہ جن کی روحیں ملاء اعلیٰ سے وابستہ ہیں۔ یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اس کے دین کی طرف دعوت دینا والے ہیں۔ ہائے ان کی دید کے لیے میرے شوق کی فراوانی۔

پھر حضرت امیرالمومنینؑ نے کمیل سے فرمایا:

اے کمیل! مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ اب جس وقت چاہو واپس جاؤ۔

نہج البلاغہ خطبہ ۱۳۶ کے ایک جز میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: (اس داعی حق سے پہلے) حضرت امیرالمومنینؑ کی یہ پیشین گوئی حضرت حجّتؑ کے سلسلے میں ہے۔

"یہاں تک نوبت پہنچے گی کہ جنگ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے گی ...... دانت نکالے ہوئے اور تھن بھرے ہوئے جن کا دودھ شیریں و خوشگوار معلوم ہوگا، لیکن اس کا انجام تلخ و ناگوار ہوگا......ہاں کل......اور یہ کل بہت نزدیک ہے کہ ایسی چیزوں کو لے کر آجائے جنھیں ابھی تک تم نہیں پہچانتے۔ حاکم و والی جو اس جماعت میں سے نہیں ہوگا، تمام حکمرانوں سے ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے مواخذہ کرے گا اور زمین اس کے سامنے اپنے خزانے انڈیل دے گی، اور اپنی کنجیاں بہ سہولت اس کے آگے ڈال دے گی۔ چنانچہ وہ تمھیں دکھائے گا کہ حق و

عدالت کی روش کیا ہوتی ہے؟ اور وہ دم توڑ چکنے والی کتاب وسُنّت کو پھر سے زندہ کر دے گا۔

ائمہؑ کی معرفت

بلا شبہ ائمہ اللہ کے ٹھہرے ہوئے حاکم ہیں اور اس کو بندوں سے پہنچوانے والے ہیں۔ جنّت میں وہی جائے گا جسے ان کی معرفت ہو، اور وہ بھی اسے پہچانیں اور دوزخ میں وہی ڈالا جائے گا، جو نہ انھیں پہچانے، نہ وہ اسے پہچانیں۔

جب قائم آلِ محمدؑ کا ظہور ہو گا

نہج البلاغہ صفحہ ۸۸۶ پر ہے کہ: جب وہ وقت آئے گا تو دین کا یعسوب اپنی جگہ برقرار پائے گا، اور لوگ اس طرح سمٹ کر اس کی طرف بڑھیں گے جس طرح موسم خریف کے قزع جمع ہوجاتے ہیں۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ "یعسوب" سے وہ بلند مرتبہ سردار مراد ہے جو اس دن لوگوں کے معاملات کا مالک و مُختار ہوگا اور "قزع" ابر کی ان ٹکڑیوں کو کہتے ہیں جن میں پانی نہ ہو۔

مندرجہ بالا تشریح طلب خطبہ نمبر ا کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ مفتی جعفرحسین لکھتے ہیں کہ یعسوب شہد کی مکھیوں کے سربراہ کو کہتے ہیں اور یعسوب الدین (حاکم دین وشریعت) سے مراد حضرت حجّت ہیں۔ اس لفظ سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح شہد کی مکھیوں کے سردار کا ظاہر و باطن پاک ہوتا ہے اور وہ نجاست سے احتراز کرتے ہوئے پھولوں اور شگوفوں سے اپنی غذا حاصل کرتا ہے، اس طرح حضرت حجّتؑ بھی تمام آلودگیوں سے پاک وصاف اور ہر طرح سے طیب وطاہر ہوں گے۔ اس جملہ کے چند معنی کیے گئے ہیں:

① پہلے معنی یہ ہیں کہ جب حضرتؑ فضائے الم میں سیرو گردش کے بعد اپنے مرکز پر مقیم ہوں گے، کیونکہ امیرنحل دن کا بیشتر حصّہ پرواز میں گزرتا ہے اور جب اپنے جسم کا آخر حصّہ کہیں پر ٹکاتا ہے تو وہ اپنی حرکت و پرواز ختم کر دیتا ہے۔

② دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب حضرت قائم آلِ محمدؑ اپنے رفقاء وانصار کے ساتھ زمین میں چلیں پھریں گے، اس صورت میں ضرب کے معنی چلنے پھرنے کے اور "ذنب" سے مرادانصار واتباع ہوں گے۔

③ تیسرے معنی یہ ہیں کہ جب حضرت حجّت آلِ محمدؑ شمشیر بکف اٹھ کھڑے ہوں گے، اس صورت میں ذنب کے معنی شہد کی مکھی کے ڈسنے کے ہوں گے۔

④ چوتھے معنی یہ ہیں کہ جب حضرت ولی العصرؑ جوش و خروش کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے، اس صورت مین جملہ غضب وہیجان کی کیفیّت اور حملہ آوری کی ہیئت سے کنایہ ہوگا۔

حضرت امیر المومنینؑ سے مروی روایات

حضرت امیرالمومنینؑ کو کسی سوچ میں پاکر اصبغ بن نباتہ نے وجہ پوچھی تو آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس مولود کے بارے میں سوچ رہا ہوں جو میری پشت سے ہوگا، وہ میری اولاد کے ائمہؑ میں سے گیارھواں ہوگا۔ وہی مہدیؑ ہے جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھردے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

ہم آسمانوں اور زمین کے انوار ہیں اور ہم نجات کی کشتی ہیں، ہم میں علوم پوشیدہ ہیں اور ہماری جناب امور کی بازگشت ہے اور اللہ تعالیٰ کی حجتیں ہمارے مہدیؑ پر پوری ہوں گی اور وہ ائمہؑ کے خاتم ہیں۔

ہم میں سے جو امام قائمؑ ہوگا، اس کی غیبت طویل عرصہ تک رہے گی۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں اس زمانہ غیبت میں شیعہ اس طرح پھریں گے جیسے چوپائے چراگاہ کی تلاش میں پھرتے ہیں، مگر ان کو چراگاہ نہیں ملتی۔ مگر یاد رکھو کہ جو شخص اس زمانہ غیبت میں اپنے دین پر قائم رہا، اور اپنے امامؑ کی طولانی غیبت کی وجہ سے مایوس نہ ہوا اور وہی قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

ہم اہلِ بیتؑ میں سے جو فتنوں کا دَور پائے گا

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام خطبہ ۱۴۸ میں حضرت ولی العصرؑ کے بارے میں اسرار و رموز بھرا خطبہ ارشاد فرماتے ہیں:

(وہ لوگ) گمراہی کے راستوں پر لگ کر اور ہدایت کی راہوں کو چھوڑ کر (افراط و تفریط کے) دائیں بائیں راستوں پر ہولیے ہیں جو بات کہ ہو کر رہنے والی اور محل انتظار میں ہو، اس کے لیے جلدی نہ مچاؤ اور جسے کل اپنے ساتھ لیے آ رہا ہے، اس کی دوری محسوس کرتے ہوئے ناگواری ظاہر نہ کرو۔ بہتیرے لوگ ہیں کہ جو کسی چیز کے لیے جلدی مچاتے ہیں اور جب اسے پا لیتے ہیں تو پھر یہ چاہنے لگتے ہیں کہ اسے نہ ہی پاتے تو اچھا تھا، اور آج آنے والے کل کے اُجالوں سے کتنا قریب ہے۔

اے میری قوم! یہی تو وعدہ کی ہوئی چیزوں کے آنے اور ان فتنوں کے نمایاں ہو کر قریب ہونے کا زمانہ ہے کہ جن سے ابھی تم آگاہ نہیں ہو۔

دیکھو! ہم (اہلِ بیتؑ) میں سے جو (ان فتنوں کا دور) پائے گا، وہ اس میں (ہدایت کا) چراغ لے کر بڑھے گا اور نیک لوگوں کی راہ و روش پر قدم اٹھائے گا، تاکہ بندھی ہوئی گرہوں کو کھولے اور بندوں کو آزاد کرے اور حسبِ ضرورت جڑے ہوئے کو توڑے اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑے، وہ لوگوں کی (نگاہوں سے) پوشیدہ ہوگا۔ کھوج لگانے والے پیہم نظریں جمانے کے باوجود بھی اس کے نقشِ قدم کو نہ دیکھ سکیں گے۔ اس وقت ایک قوم کو حق کی سان پر اس طرح تیز کیا جائے گا جس طرح لوہار تلوار کی بار تیز کرتا ہے۔ قرآن سے ان کی آنکھوں میں جلا پیدا کی جائے گی اور اس کے مطالب ان کے کانوں میں پڑتے رہیں گے اور حکمت کے چھلکتے ہوئے ساغر انھیں صبح و شام پلائے جائیں گے۔

باب المتفرقات

نہج البلاغہ کے اسناد و مدارک کے بارے میں اعتراضات کا جائزہ

ثاقب اکبر

ڈاکٹر علامہ محمد طاہر القادری نے تکبیر ٹی وی پر جون و جولائی ۲۰۱۰ میں نشر ہونے والی اپنی تقاریر میں دیگر موضوعات کے علاوہ امیر المومنین حضرت علیؑ کے مکتوبات، خطبات اور اقوال پر مبنی سید رضی کی جمع کردہ کتاب "نہج البلاغہ" کے متعلق کچھ اعتراضات کیے تھے۔ چونکہ یہ موضوع علم و تحقیق کی دنیا سے تعلق رکھتا ہے اس لیے ہم نے مناسب سمجھا کہ ان اعتراضات کا علمی جائزہ لیا جائے اور اگر اس سلسلے میں کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں تو ان کا ازالہ کر دیا جائے۔

خلاصہ اعتراضات

ڈاکٹر صاحب کے اعتراضات کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

① اہلسنّت کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ "نہج البلاغہ" کے جامع سیّد رضی ہیں، یا ان کے بھائی سیّد مرتضی، جبکہ شیعہ متفق ہیں کہ اس کے جامع سیّد رضی ہیں۔ جب جامع ہی میں اختلاف ہے تو اس کتاب کی کیا حیثیت ہوگی؟

② نہج البلاغہ کے کسی خطبے کی سند نہیں ہے، جبکہ ہمارا نظریہ ہے کہ سند کے بغیر کوئی روایت یا حدیث قابلِ قبول نہیں ہے۔ سیّد رضی کی پیدائش پانچویں صدی ہجری میں ہوئی ہے۔ درمیان میں تقریباً تین سو پچاس سال کا فاصلہ ہے، لہٰذا سلسلہ سند میں کم از کم دس راویوں کا نام ہونا چاہیے۔

③ خطبہ شقشقیہ سرے سے حضرت علیؑ کا خطبہ ہی نہیں ہے۔ (اس سلسلے میں ڈاکٹر طاہر القادری کی بنیادی ادلہ یہ ہیں:)

① اس خطبہ اور نہج البلاغہ کے باقی خطبات کا لب و لہجہ اور مزاج مُختلف ہے۔ اگر یہ خطبہ صحیح ہے تو باقی غلط ہیں۔ اگر باقی صحیح ہیں تو یہ غلط ہے۔

② بہت سے شیعہ محققین اور علماء کہتے ہیں کہ یہ حضرت علیؑ کا خطبہ نہیں ہے۔ مثلاً میثم بحرانی شرح نہج البلاغہ ج ا ص ۲۵۱، ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ ج ا ص ۲۵۱۔

سید ابن طاؤس کہتے ہیں کہ میں ابوالقاسم بلخی کی لائبریری میں "الغارات" نامی کتاب دیکھی، اس میں یہ خطبہ موجود تھا۔

سوال یہ ہے کہ الغارات کس کی کتاب ہے، دوسرا یہ کہ اس میں جو راوی لکھے ہیں ان میں علی بن محمد بن علی، حسن بن علی زعفرانی اور یعقوب بن جعفر بن سلمان ہیں۔ دوسری سند میں محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی یحیی، ہلال، اسماعیل بن علی بن علی دعیلی ہیں۔ ان راویوں کو شیعہ علماء نے ضعیف قرار دیا ہے۔

مُعجم الرجال میرزا ابراہیم خوئی ج ۲۱ ص ۱۴۱، علل الشرائع صدوق ج ا ص ۱۵۰، الامالی طوسی ص ۳۷۲ وغیرہ۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ بھی کہنا ہے کہ اہلسُنّت کے بہت سے علماء نے نہج البلاغہ کی شرحیں لکھی ہیں۔ کیونکہ نہج البلاغہ ایک ادبی شہ پارہ ہے، اسی لیے لوگ اسے پڑھتے ہیں اور اس کی شروح لکھتے ہیں۔

ہماری معروضات و توضیحات

ڈاکٹر طاہر القادری کے اعتراضات کی نوعیّت کو سامنے رکھتے ہوئے ذیل میں ان کے جوابات پیش کیے جا رہے ہیں۔ ان کے بعض ضمنی اعتراضات کلی جوابات کے ضمن میں آگئے ہیں۔ ہم آغاز میں اس تاثر کا اظہار کرنا چاہتے ہیں، یوں معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے کتابوں کے حوالہ جات کے لیے اپنے نیم پختہ معاونین کی آراء پر انحصار کیا ہے، ورنہ وہ ضرور عبارات کا سیاق و سباق بھی دیکھ لیتے تو وہ بہت سے اعتراضات جو ان کی شخصیت سے میل نہیں کھاتے، ان سے صرفِ نظر کر لیتے۔

نہج البلاغہ کے جامع کی بحث

ڈاکٹر صاحب کا یہ اعتراض بہت سطحی ہے کہ اہلسُنّت کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ نہج البلاغہ کے جامع سید رضی ہیں، یا ان کے بھائی سید مرتضیٰ۔ جبکہ شیعہ مُتّفق ہیں کہ اس کے جامع سید رضی ہیں۔ جب جامع ہی میں اختلاف ہے تو اس کتاب کی کیا حیثیت ہوگی۔ اس سلسلے میں ہماری معروضات کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) سید رضی اور سید مرتضیٰ دونوں سگے بھائی تھے، دونوں ہی غیر معمولی علمی شہرت کے حامل ہیں۔ زہد و تقویٰ اور علم و عمل میں دونوں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ عقیدے اور نظریے میں بھی ان کے مابین مماثلت پائی جاتی ہے، ایسے میں ان میں سے کوئی بھی ''نہج البلاغہ'' کا جامع ہو، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(۲) شیعہ اثنا عشریہ، شیعہ زیدیہ اور اہلسُنّت کے مُعتدبہ علمائے کرام خاص طور پر شارحین نہج البلاغہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نہج البلاغہ کے جامع سید رضی ہی تھے۔ ایسے میں ان چند افراد کی رائے کو ایک اشتباہ پر محمول کرنا زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے جن کا قول مذکورہ تمام علمائے کرام سے مُختلف ہے۔ خاص طور پر اس پس منظر میں کہ دونوں اہلِ علم بھائیوں کے ناموں کے حوالے سے ان کے اشتباہ کا امکان زیادہ ہے۔

(۳) جیسا کہ آئندہ سطور میں وضاحت کی جائے گی کہ ڈاکٹر طاہر القادری کا بنیادی اعتراض نہج البلاغہ کی اسناد کے بارے میں ہے، اگر اس اعتراض کی کوئی حقیقت ہوتو یہی ایک علمی اعتراض ہو سکتا تھا، جسے آئندہ سطور میں رفع کر دیا گیا ہے۔

(۴) نہج البلاغہ میں موجود تقریباً تمام خطبات اور خاص طور پر جن خطبات کے متن پر جناب ڈاکٹر طاہر القادری کو اعتراض ہے وہ جب نہج البلاغہ سے ماقبل اور مابعد کے مآخذ سے اسناد کے ساتھ ثابت ہو جاتے ہیں تو نہج البلاغہ کے جامع کے بارے میں اعتراض کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی۔

(۵) سید شریف رضی کے دادا کا نام بھی مرتضیٰ تھا۔ وہ بسا اوقات اپنے دادا کے لقب سے بھی پکارے جاتے تھے۔ علامہ سید علی نقی نقوی کی رائے ہے کہ اس وجہ سے بعض لوگوں کو دھوکا ہوا ہے۔

(۶) سیدرضی اپنے دور کی مشہور شخصیت تھے، جب انھوں نے یہ کتاب لکھی تو اس وقت کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ سیدرضی کا اپنا کلام ہے، جسے انھوں نے امیرالمومنینؑ کے ساتھ منسوب کر دیا ہے۔ سیدرضی ۴۰۶ھ میں فوت ہوئے اور ان کے بعد سب سے پہلے ابن خلکان متوفی ۶۸۱ ہجری نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

قد اختلف الناس فی کتاب نہج البلاغۃ المجموعۃ من کلام علی بن ابی طالب ھل ھو جمعہ او اخوہ الرضی و قد قیل انہ لیس من کلام علی بن ابی طالب و انما الذی جمعہ و نسبہ الیہ ھو الذی وضعہ واللہ اعلم

لوگوں کے پاس امیرالمومنینؑ کے کلام کے نام سے جو مجموعہ نہج البلاغہ کے عنوان سے موجود ہے اس میں اختلاف ہے کہ اسے سید مرتضیٰ نے جمع کیا ہے یا سیدرضی نے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ علیؑ کا کلام نہیں بلکہ جس نے جمع کیا ہے اسی کا کلام ہے جو اس نے حضرت علیؑ سے منسوب کر دیا ہے۔

ابن خلکان کے بعد ابن الاثیر نے مختصر الوفیات میں، صلاح الدین صفدی نے الوافی بالوفیات میں، علامہ یافعی نے مرآۃ الجنان میں اور ابن العماد نے شذرات الذہب میں شیر مرتضیٰ کے تذکرے میں تقریباً انہی الفاظ کو دہرایا ہے۔

ابن خلکان کی عبارت میں "اختلف الناس" سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عام لوگوں کے اختلاف کا تذکرہ ہے، علماء کا نہیں۔

نیز "قد قیل" کہہ کر انھوں نے خود الزام کی اہمیت کو کم کر دیا ہے اور آخر میں "واللہ اعلم" لکھ کر اس اختلاف اور "قد قیل" کی رہی سہی اہمیت بھی ختم کر دی ہے۔ پھر بھی اگر کوئی صاحب ڈھائی سو سال بعد نہج البلاغہ کے جامع اور انتساب پر ہونے والے اس "اختلاف" کو وزنی بتانا چاہے تو علمی دنیا میں وہ کس قدر ہلکا ہو جائے گا، اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

(۷) ایک طرف اہلِ سُنّت کے ان علمائے محققین اور شارحین "نہج البلاغہ" کی کثرت ہے جو "نہج البلاغہ" کا جامع سیدرضی کو قرار دیتی ہے اور امیرالمومنینؑ سے اس کے مطالب کے انتساب کی بھی تائید کرتی ہے۔ اس کے مقابلے میں چند اختلاف کرنے والے ہیں، جن کے اختلاف کی حیثیت اور نوعیّت کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی بھی غیر جانبدار دانش مند ان کی تائید نہیں کر سکتا۔

نہج البلاغہ کی حیثیت اور اسناد

جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ سیدرضی نے نہج البلاغہ کو حدیث اور روایت کی کتاب کے طور پر نہیں بلکہ بلاغت کے راستے کی راہنمائی کے لیے مرتب کیا تھا اور اس کی اس حیثیت کا ڈاکٹر طاہر القادری سمیت متقدمین میں سے کسی کو انکار ہے اور نہ متاخرین میں سے۔ تاہم اس میں چونکہ صدرِ اسلام کی تاریخ کے کئی ایک واقعات کا ذکر موجود ہے اور وہ ذکر بھی امیرالمومنینؑ کی زبان یا قلم سے صادر ہوا ہے، اس لیے اس مجموعہ کی ایک روائی حیثیت بھی بن جاتی ہے۔ اسی لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس میں مذکور خطبوں، مکتوبات اور اقوال کی کوئی سند بھی ہے یا نہیں۔

یہ سوال صرف اہلسنّت کے لیے اہمیت نہیں رکھتا بلکہ اہلِ تشیّع کے لیے بھی اتنی ہی اہمیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اسناد و مدارک کی جمع آوری کے لیے شیعہ علماء اور محقّقین نے بہت جد و جہد کی ہے۔ انھوں نے ہر خطبے، ہر مکتوب اور ہر قول کی سندیں تلاش کرنے کے لیے اپنی عمریں صرف کی ہیں۔ یہاں تک کہ جن جملوں اور کلمات کے بارے میں مُختلف اقوال ہیں، ان کی بھی نشاندہی کی ہے۔

نہج البلاغہ کے بارے میں تحقیق، مطالعات اور تشریح و توضیح کے لیے شیعوں کے علم و روایت کا خزانہ بہت بڑا اور گراں بہا ہے، نہج البلاغہ اس کا ایک حصّہ ہے۔

نہج البلاغہ کی اسناد کے لیے بہت سی مستقل کتب تصنیف کی گئی ہیں، البتّہ بعض جدید محقّقین کی ایک روش یہ بھی ہے کہ وہ ہر خطبے کے آغاز پر، یا اس کے حاشیے میں اس کی اسناد کا ذکر کرتے ہیں۔ مولانا ذیشان حیدر جوادی نے نہج البلاغہ کا ترجمہ اور اس کی تشریح کی ہے۔ انھوں نے ہر خطبے اور مکتوب، بلکہ کلماتِ قصار کی اسناد بھی حاشیے پر درج کر دی ہیں۔

اس پس منظر میں کسی کا یہ کہنا کہ نہج البلاغہ کے کسی خطبے کی سند نہیں ہے حقیقت سے ان کی ناواقفیّت کی دلیل ہے۔

خود ڈاکٹر طاہری کو اس بات کا اعتراف ہے کہ ''نہج البلاغہ'' معارف اور مواعظ و نصیحت کا ایک گراں قدر مجموعہ ہے۔ اسی لیے وہ اکثر و بیشتر اس کے کلمات نقل کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دسیوں دروس نہج البلاغہ پر ہو چکے ہیں۔ نہج البلاغہ سے درس دیتے ہوئے ان کے چہرے پر جو ایمانی کیفیّت ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں اس کے کلامِ امیرالمومنین ہونے کا یقین ہے۔ درس کے دوران میں کبھی انھوں نے نہیں کہا کہ سیدرضی یہ کہتے ہیں۔ ہمیشہ انھوں نے اسے کلامِ علیؑ ہی کہا ہے۔ اعتکاف کے دوران میں جو درس انھوں نے دیے، ان کے شروع میں کہا کہ آج میں سیدنا علی کرم اللہ وجہ الکریم کی روایات سے جو کہ نہج البلاغہ میں سے ہیں، درس تصوف دوں گا۔

روایات کی قبولیت میں شیعہ علماء کی روش

شیعہ علماء کی عمومی روش یہ رہی ہے کہ وہ کتبِ احادیث اور ان میں موجود روایات کو آنکھیں بند کر کے قبول نہیں کرتے۔ جو لوگ ان کی تحقیقی کتب اور علمی ابحاث سے واقف ہیں وہ اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتے ان کا یہی رویہ نہج البلاغہ میں موجود مطالب کے بارے میں ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے جس قدر تحقیق اور چھان پھٹک کا کام کیا ہے وہ عام انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دینے کے لیے کافی ہے۔ افسوس ہمارے عام علماء کی نظر اس کام کے عشرِ عشیر حصّے پر بھی نہیں پڑی۔ شیعہ اصولیین اور محقّقین ایک ایک روایت کے متن اور سند پر تفصیل سے بحث کرتے ہیں۔ درایت کے اصولوں کو بھی بروئے کار لاتے ہیں۔ بہت سی معروف کتابیں جو ائمہ اہلِ بیتؑ سے منسوب ہیں انھیں شیعہ علماء نے ضعیف یا ناقابلِ قبول قرار دے رکھا ہے۔ تفصیل کے لیے مُتعلقہ کتب کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسے میں کس طرح سے ممکن ہے کہ وہ نہج البلاغہ کے

مطالب کو آنکھیں بند کر کے قبول کر لیتے۔ انھوں نے ہر خطبہ، مکتوب اور قول کو پرکھا ہے، داخلی و خارجی شواہد کا بھی جائزہ لیا ہے۔ پھر کہیں جا کر ان کے بارے میں علمی رائے قائم کی ہے۔ یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ عمومی روایات کے بارے میں شیعہ نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ نقل بالمعنی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ تاہم ان مسائل کی اپنی تفصیلات ہیں، جن کا یہ محل نہیں۔

خطبات امیر المومنینؑ کے مصادر

امیر المومنین حضرت علیؑ کے خطبات کی جمع آوری سید رضی سے بہت پہلے سے جاری ہے۔ خود ان کی زندگی میں یہ سلسلہ جاری رہا، اور بعد میں بھی جامعین اور محققین اس موضوع پر کام کرتے رہے، یہاں تک کہ ''مُستدرک نہج البلاغہ'' جیسی کتاب معرضِ وجود میں آ گئی۔ یہ کتاب علامہ ہادی کاشف الغطاء کی زحمتوں کا ثمرہ ہے، جنھوں نے قبل ازیں ''مدارک نہج البلاغہ'' بھی مرتّب کی۔ ''غرر الحکم'' جس میں حضرت علی علیہ السلام کے کلماتِ قصار کا ایک بڑا خزانہ موجود ہے خود سید رضی کی زندگی میں مُرتّب کی گئی۔ ہم ذیل میں ان کتب کی ایک اجمالی فہرست ذکر کر رہے ہیں جن میں سید رضی سے پہلے علماء نے حضرت امیر المومنینؑ کے خطبے مکتوبات اور اقوال درج کیے ہیں۔

① خطب امیر المومنینؑ، زید بن وہب جہنی ۹۶ھ ۲۶۳سال قبل ولادت سید رضی
② خطبۃ الزہرا امیر المومنینؑ، ابی مخنف بن سلیم ازدی ۱۵۷ھ ۲۰۲سال قبل ولادت سید رضی
③ خطب علیؑ، نصر بن مزاحم ۲۰۲ھ ۱۵۷سال قبل ولادت سید رضی
④ کتاب صفین، نصر بن مزاحم ۲۰۲ھ ۱۵۷سال قبل ولادت سید رضی
⑤ جمہرۃ الانساب، الکلبی ۲۰۴ھ یا ۲۰۶ھ ۱۵۵ یا ۱۵۳سال قبل ولادت سید رضی
⑥ خطب علی کرم اللہ وجہہ، ابو منذر بن الکلبی ۲۰۵ھ ۱۵۴سال قبل ولادت سید رضی
⑦ خطب امیر المومنینؑ، واقدی ۲۰۷ھ ۱۵۲سال قبل ولادت سید رضی
⑧ الجمل، واقدی ۲۰۷ھ ۱۵۲ سال قبل ولادت سید رضی
⑨ غریب الحدیث، ابن سلام ۲۲۳ھ ۱۳۶سال قبل ولادت سید رضی
⑩ خطب علیؑ و کتبہ الی عمالہ، المدائنی ۲۲۵ھ ۱۳۴سال قبل ولادت سید رضی
⑪ الجمل، مدائنی ۲۲۵ھ ۱۳۴ سال قبل ولادت سید رضی
⑫ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد ۲۳۰ھ ۱۲۹سال قبل ولادت سید رضی
⑬ نقض العثمانیہ، ابو جعفر محمد بن عبد اللہ المعتزلی ۲۴۰ھ ۱۱۹سال قبول ولادت سید رضی
⑭ المحاسن و الاضداد، الجاحظ ۲۵۵ھ ۱۰۴سال قبل ولادت سید رضی
⑮ البیان و التبیین، الجاحظ ۲۵۵ھ ۱۰۴سال قبل

ولادت سیدرضی

(۱۶) البخلاء، ابوعثمان الجاحظ ۲۵۵ھ ۱۰۴ سال قبل ولادت سیدرضی

(۱۷) الموفقیات، الزبیر بن بکار ۲۵۶ھ ۱۰۳ سال قبل ولادت سیدرضی

(۱۸) الفاضل، المبرد ۲۵۸ھ ۱۰۱ سال قبل ولادت سیدرضی

(۱۹) المحاسن، البرقی ۲۷۴ھ ۸۵ سال قبل ولادت سیدرضی

(۲۰) غریب الحدیث، ابن قتیبہ ۲۷۶ھ ۸۳ سال قبل ولادت سیدرضی

(۲۱) الامامۃ والسیاسۃ، ابن قتیبہ ۲۷۶ھ ۸۳ سال قبل ولادت سیدرضی

(۲۲) انساب الاشراف، بلاذری ۲۷۹ھ ۸۰ سال قبل ولادت سیدرضی

(۲۳) فتوح البلدان، بلاذری ۲۷۹ھ ۸۰ سال قبل ولادت سیدرضی

(۲۴) کتاب صفین، ابراہیم بن الحسین المحدث ۲۸۱ھ ۷۸ سال قبل ولادت سیدرضی

(۲۵) الخطب المعربات، ابراہیم بن ہلال ثقفی ۲۸۳ھ ۷۶ سال قبل ولادت سیدرضی

(۲۶) التاریخ، یعقوبی ۲۸۴ھ ۷۵ سال قبل ولادت سیدرضی

(۲۷) الکامل، الازدی البصری ۲۸۵ھ ۷۴ سال قبل ولادت سیدرضی

(۲۸) الاخبار الطوال، ابوحنیفہ دینوری ۲۹۰ھ ۶۹ سال قبل ولادت سیدرضی

(۲۹) بصائر الدرجات، الصفار ۲۹۰ھ ۶۹ سال قبل ولادت سیدرضی

(۳۰) المجالس، الثعلب ۲۹۱ھ ۶۸ سال قبل ولادت سیدرضی

(۳۱) البدیع، ابن المعتز ۲۹۶ھ ۶۴ سال قبل ولادت سیدرضی

(۳۲) البلدان، ابن الفقیہ ۳۰۰ھ ۵۹ سال قبل ولادت سیدرضی

(۳۳) تفسیر، العیاشی ۳۰۰ھ ۵۹ سال قبل ولادت سیدرضی

(۳۴) کتاب اثبات الوصیہ، مسعودی ۳۰۳ھ ۵۶ سال قبل ولادت سیدرضی

(۳۵) خصائص، نسائی ۳۰۰ھ ۵۹ سال قبل ولادت سیدرضی

(۳۶) خطب امیرالمومنینؑ، ابن الخالد الخزاز الکوفی ۳۱۰ھ ۴۹ سال قبل ولادت سیدرضی

(۳۷) دلائل الامامۃ، الطبری ۳۱۰ھ ۴۹ سال قبل ولادت سیدرضی

(۳۸) الفتوح، ابن اعثم ۳۱۴ھ ۴۵ سال قبل ولادت سیدرضی

(۳۹) الاشتقاق، ابن درید ۳۲۱ھ ۳۸ سال قبل ولادت سیدرضی

(۴۰) روضۃ الکافی، الکلینی ۳۲۵ھ ۳۴ سال قبل

ولادت سید رضی

(۴۱) العقد الفرید، ابن عبد ربہ ۳۲۸ھ ۳۱ سال قبل ولادت سید رضی

(۴۲) امالی، زجاجی ۳۲۹ھ ۳۰ سال قبل ولادت سید رضی

(۴۳) الوزراء والکتاب، الجہشیاری ۳۳۱ھ ۲۸ سال قبل ولادت سید رضی

(۴۴) کتاب صفین، الجلودی ۳۳۲ھ ۲۷ سال قبل ولادت سید رضی

(۴۵) الولاۃ والقضاۃ، الکندی ۳۵۰ھ ۹ سال قبل ولادت سید رضی

(۴۶) اغانی، ابوالفرج اصفہانی ۳۵۶ھ ۳ سال قبل ولادت سید رضی

(۴۷) خطب امیرالمومنینؑ، القاضی نعمان المصری ۳۶۳ھ ۳۷ سال قبل تالیف نہج البلاغہ

(۴۸) دعائم الاسلام، القاضی نعمان المصری ۳۶۳ھ ۳۷ سال قبل تالیف نہج البلاغہ

(۴۹) الموفق، المرزبانی ۳۷۷ھ ۲۳ سال قبل تالیف نہج البلاغہ

(۵۰) اعجاز القرآن، باقلانی ۳۷۲ھ ۲۸ سال قبل تالیف نہج البلاغہ

(۵۱) الامتاع والموٴنسہ، ابوحیان توحیدی ۳۸۰ھ ۲۰ سال قبل تالیف نہج البلاغہ

(۵۲) تحف العقول، ابن شعبہ حرانی ۳۸۰ھ ۲۰ سال قبل تالیف نہج البلاغہ

(۵۳) البصائر والذخائر، ابوحیان توحیدی ابوحیان توحیدی ۳۸۰ھ ۲۰ سال قبل تالیف نہج البلاغہ

(۵۴) توحید، صدوق ۳۸۱ھ ۱۹ سال قبل تالیف نہج البلاغہ

(۵۵) کمال الدین، صدوق ۳۸۱ھ ۱۹ سال قبل تالیف نہج البلاغہ

(۵۶) ثواب الاعمال، صدوق ۳۸۱ھ ۱۹ سال قبل تالیف نہج البلاغہ

(۵۷) الزواجر والمواعظ، ابن سعید العسکری ۳۸۲ھ ۱۸ سال قبل تالیف نہج البلاغہ

(۵۸) الفرج بعد الشدّۃ، التنوخی ۳۸۴ھ ۱۶ سال قبل تالیف نہج البلاغہ

(۵۹) قوۃ القلوب، ابوطالب المکی ۳۸۶ھ ۱۴ سال قبل تالیف نہج البلاغہ

(۶۰) الاوائل، ابوہلال العسکری ۳۹۵ھ ۵ سال قبل تالیف نہج البلاغہ

(۶۱) جمہرۃ الامثال، ابوہلال عسکری ۳۹۵ھ ۵ سال قبل تالیف نہج البلاغہ

اس فہرست پر نظر ڈالنے کے بعد بعض اہم علماء کے اقوال پر بھی نگاہ ڈالیے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہج البلاغہ میں موجود خطبات اور کلام امیرالمومنینؑ قدیم تر مصادر میں پہلے سے چلا آرہا تھا۔

علامہ عبدالعزیز الخطیب نے ۱۸۰ کتابوں کا حوالہ دیا ہے جو نہج البلاغہ کے مدارک و مصادر کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مسعودی (م ۳۴۶ھ) نے اپنی تاریخ مروج الذہب میں لکھا ہے:

والذی حفظ الناس عنه من خطبه فی سائر مقاماته اربعمائة خطبة و نیف و ثمانون خطبة یوردها علی البدیهة تداول الناس ذلك عنه قولًا و عملًا

لوگوں نے آپ (حضرت علی بن ابی طالبؑ) کے جو خطبے مختلف موقعوں کے محفوظ کر لیے ہیں، وہ چار سَواسی سے کچھ زیادہ تعداد میں ہیں جنھیں آپؑ نے فی البدیہہ ارشاد فرمایا تھا، جنھیں لوگوں نے نقل قول کے طور پر بھی بتواتر نقل کیا ہے اور اپنے خطب و مضامین میں ان کے اقتباسات وغیرہ سے بکثرت کام بھی لیتے رہے ہیں۔

یہی بات ابن واضح یعقوبی (م ۳۹۲ھ) نے لکھی ہے۔

یادرہے کہ یہ چار سَواسّی سے کچھ اوپر خطبے اگر تمام تر یکجا کیے جائیں تو بلاشبہ نہج البلاغہ سے بڑی کتاب مُرتّب ہوسکتی ہے۔ جب یہ اتنا بڑا ذخیرہ سید رضی کی ولادت سے پہلے سے موجود تھا تو پھر علامہ سید رضی کو اس کی ضرورت ہی کیا تھی کہ اس ذخیرہ سے کام نہ لیں اور اپنی طرف سے نہج البلاغہ ایسی کتاب کو تحریر کر دیں۔ ایسا اس شخص کے لیے کیا جاتا ہے جو گمنام ہو، اور جس کا کوئی کارنامہ موجود نہ ہو، اور اس کے اخلاف یا منتسبین خواہ مخواہ اس کو نمایاں بنانے کے لیے اس کی جانب سے کوئی کارنامہ تصنیف کر دیں۔

صرف علامہ مسعودی کا یہ قول ہی اس ذخیرہ کے ثبوت کے لیے کافی تھا، جبکہ اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ وہ ذخیرہ آثارِ قدیمہ کے طور پر کسی دور دراز عجائب خانہ یا کسی ایک عالم کے متروکات میں شامل نہیں تھا، جس تک رسائی کسی زحمت کی طلب گار ہوتی ہو، بلکہ "حفظ الناس" اور "تداول الناس" کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ وہ عموماً اہلِ علم کے ہاتھوں میں موجود اور متداول تھا۔ اس کے علاوہ دَورِ عباسیہ کے یگانۂ روزگار کاتب عبدالحمید بن یحییٰ (م ۱۳۲ھ) کا یہ مقولہ علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں درج کیا ہے:

حفظت سبعین خطبة من خطب الاصلع ففاضت ثم فاضت

میں نے ستر خطبے علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ازبر کیے ہیں، جن کے فیوض و برکات میرے یہاں نمایاں ہیں۔

اس کے بعد ابن المقفع (م ۱۴۲ھ) کا اعتراف ہے، جسے علامہ حسن السندوبی نے اپنے ان حواشی میں کتاب البیان والتبیین للجاحظ پر لکھے ہیں، وہ ابن مقفع کے بارے میں لکھتے ہیں:

الظاهر انه تخریج فی البلاغة علی خطب الامام علی و لذلك كان یقول شربت من الخطب من ریا و لم اضبط لها رویا ففاضت ثم فاضت

غالباً ابن المقفع نے بلاغت میں امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ کے خطبوں سے استفادہ کیا تھا، اور اسی بنا پر وہ کہتے تھے کہ میں نے خطبوں کے چشمہ سے سیراب ہو کر پیا ہے اور اسے کسی ایک طریقہ میں محدود نہیں رکھا ہے، تو اس چشمہ کے برکات بڑھے اور ہمیشہ بڑھتے رہے۔

یہی بات الادب الصغیر کے مقدمہ میں وائل بن حافظ بن خلف نے بھی لکھی ہے۔

اس کے بعد ابن نباتہ (م ۳۷۴ھ) جو سید رضی سے مقدم ہیں، کا قول ہے:

حفظت من الخطابة كنز الا يزيده الانفاق الا سعة و كثرة حفظت مائة فصل من مواعظ على بن ابى طالب

میں نے خطابت کا ایک خزانہ محفوظ کیا ہے جس سے جتنا زیادہ کام لیا جائے پھر بھی اس میں برکت زیادہ ہی ہوتی رہے گی۔ میں نے سو فصلیں علیؑ بن ابی طالبؑ کے مواعظ میں سے یاد کی ہیں۔

رجال کشی میں ابو الصباح کنانی کے حالات میں لکھا ہے: زیدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ کہ جو زید شہید کے نام سے مشہور ہیں اور جن کی شہادت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانۂ امامت میں ہوئی، وہ برابر امیرالمومنینؑ کے خطبوں کو سنا کرتے تھے۔

ابو الصباح کہتے ہیں:

كان يسمع منى خطب امير المومنين عليه السلام

یہ دوسری صدی ہجری کا ذکر ہے اور اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ایک ذخیرہ خطبوں کا اس وقت بھی موجود تھا، جو مسلّم طور پر حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کی طرف نسبت رکھتا تھا۔

ان تمام مقامات پر بطور ارسال مسلّمات خطب علیؑ کہنا بتاتا ہے کہ اس زمانے میں اس بارے میں کوئی شک وشبہ بھی محسوس نہیں کیا جاتا تھا، ورنہ جیسا کئی صدیوں بعد جب کچھ اغراض کی بنا پر بعض مصنّفین نے اس حقیقت کو مشکوک بنانا ضروری سمجھا تو "المنسوبة الى علیؑ" کہنے لگے۔ اور اول میں اس قسم کے شک وشبہ کے اظہار کرنے والی کوئی تحریر نہیں پائی جاتی۔

"منہج المقال فی تحقیق احوال الرجال" معروف بہ "رجال کبیر" سے معلوم ہوتا ہے کہ زید بن وہب جہنی (متوفی حدود ۹۰ھ) نے جو خود حضرت امیرالمومنینؑ کے رواۃ احادیث میں سے ہیں، آپ کے خطبوں کو جمع کیا تھا۔

ان کا ذکر مندرجہ بالا فہرست میں کیا جا چکا ہے اور اس کے بعد اور متعدد افراد ہیں جنھوں نے سید رضی سے پہلے امیرالمومنینؑ کے خطبوں اور اقوال کو جمع کیا۔ جیسے:

① ہشام بن محمد بن سائب کلبی (م ۱۴۶ھ) کے جمع و تالیف کا ذکر فہرست ابن ندیم میں موجود ہے۔

② ابراہیم بن ظہیر فرازی، ان کا ذکر فہرست طوسی میں یوں ہے:

صنف كتبا منها كتاب الملاحم و كتاب خطب على عليه السلام

انھوں نے متعدد کتابیں تصنیف کیں، منجملہ ان کے کتاب الملاحم اور کتاب خطب علی علیہ السلام ہے۔ اور رجال نجاشی میں بھی ان کا تذکرہ ہے۔

③ ابو محمد مسعدہ بن صدقہ عبدی، ان کے متعلق رجال نجاشی میں ہے:

له كتب منها كتاب خطب امير المومنين عليه السلام

ان کی متعدد تصنیفات ہیں، جن میں سے ایک کتاب خطب امیرالمومنین علیہ السلام ہے۔

④ ابو القاسم عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی، جو شاہ عبدالعظیم کے نام سے مشہور ہیں، یہ امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ ان کا مزار قدیم تہران جیسے

رے کہتے ہیں، میں مرجع خلائق ہے۔ ان کے جمع کردہ خطبوں کا ذکر رجال نجاشی میں اس طرح ہے:

له کتاب خطب امیرالمومنین علیه السلام

ان کی ایک کتاب خطب امیرالمومنین علیہ السلام ہے۔

⑤ ابوالخیر صالح بن ابی حماد رازی، یہ بھی امام علی نقی علیہ کے اصحاب میں سے ہیں۔ نجاشی میں ہے:

له کتب منها کتاب خطب امیرالمومنین علیه السلام

منجملہ آپ کی تالیفات کے کتاب خطب امیرالمومنین علیہ السلام ہے۔

⑥ علی بن محمد بن عبداللہ مدائنی (م ۳۳۵ھ) انھوں نے حضرتؑ کے خطبوں کو اور ان مکاتیب کو جمع کیا، جو حضرتؑ نے اپنے عمال کو تحریر فرمائے تھے۔ اس کا ذکر معجم الادبا میں موجود ہے۔

⑦ ابومحمد عبدالعزیز جلودی بصری (م ۳۳۰ھ) کی تصانیف میں کتاب خطب علی، کتاب رسائل، کتاب مواعظ علی، کتاب خطب علی علیہ السلام فی الملاحم اور کتاب دعاء علی موجود ہیں، جن کا تذکرہ شیخ طوسی نے فہرست میں اور نجاشی نے ان کی طویل تصنیفات کے ذیل میں اپنے رجال میں کیا ہے۔ مندرجہ بالا فہرست میں بھی ان کی کتاب صفین کا ذکر ہے۔

⑧ ابومحمد حسن بن علی بن شعبہ حرانی (م ۳۲۰ھ) نے اپنی مشہور کتاب تحف العقول میں امیرالمومنینؑ کے کچھ کلمات امثال اور خطب کو درج کرنے کے بعد لکھا ہے:

اننا لو استغرقنا جميع ما وصل الينا من خطبه و كلامه فى التوحيد خاصة دون ماسواه من المعانى لكان مثل جميع هذا الكتاب

اگر وہ ہم سب لکھنا چاہیں جو ہم تک حضرت کے خطبے اور آپ کا کلام صرف توحید کے بارے میں پہنچا ہے علاوہ دوسرے موضوعات کے، تو وہ پوری اس کتاب (تحف العقول) کے برابر ہوگا۔

⑨ امیرالمومنین کا مکتوب جو اس وقت نہج البلاغہ میں مکتوب نمبر ۵۴ کے طور پر موجود ہے جو حضرت طلحہ و حضرت زبیر کے نام ہے، اسے ابوجعفر الاسکافی (م ۲۴۰ھ) نے اپنی کتاب المقامات فی مناقب امیرالمومنینؑ میں نقل کیا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی میں زید بن وہب جہنی نے حضرتؑ کے خطبوں کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔ دوسری صدی میں عبدالحمید بن یحییٰ کاتب اور ابن مقنع کے دور میں وہ ذخیرہ مسلّم طور پر موجود تھا، اور اس صدی کے وسطی حصے میں وہ خطبے پڑھے اور سنے جاتے تھے، جیسا کہ زید شہیدؒ کے واقعہ سے ظاہر ہوا، اور ادباء انھیں زبانی حفظ کرتے تھے، جیسا کہ عبدالحمید اور ابن مقنع کی تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے۔

تیسری صدی میں متعدد مصنفین نے جو جو خطبے ان تک پہنچے تھے، ان کو مدوّن کیا۔ ایسی صورت میں جناب سید رضی کے لیے ممکن ہی نہ تھا کہ وہ ان تمام ذخیروں کو نظر انداز کر کے از خود کلام امیرالمومنینؑ کے نام سے کوئی چیز تصنیف کریں اور پھر علماء اسے کلام امیرالمومنینؑ کے نام

سے قبول کرلیں۔

نہج البلاغہ کے کلام امیر المومنین ہونے کے بارے میں چند اقوال

شیعہ وسنی بہت سے علماء نے اس پر شروح لکھی ہیں لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ سید رضی کے کلام کی شرح ہے۔ سب نے اسی بناپر شروح لکھی ہیں کہ یہ امیرالمومنینؑ کے کلام کا مجموعہ ہے۔ ان شروح کے مقدموں سے یہ بات معلوم کی جاسکتی ہے۔ ابن ابی الحدید مقدمۃ المولف میں لکھتے ہیں:

فاذا انهيت من ذلك كله ابتدأت بعون الله و توفيقه فى شرح كلام اميرالمومنين شيأفشيأً

ان سب کے بعد میں امیرالمومنینؑ کے کلام کی تفصیلی شرح شروع کروں گا۔

مجد الدین ابن اثیر جزری (م ۶۰۶ ھ) نے اپنی مشہور کتاب نہایہ میں جو احادیث وآثار کے لغات کی شرح کے موضوع پر ہے، بہت سے مقامات پر نہج البلاغہ کے الفاظ کو حل کیا ہے۔ ہر مقام پر وہ حدیث علیؑ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

علامہ شیخ کمال الدین محمد بن طلحہ قریشی شافعی (م ۶۵۲ ھ) اپنی کتاب مطالب السؤل فی مناقب آل الرسولؐ میں علوم امیرالمومنینؑ کے بیان میں لکھتے ہیں:

و رابعها علم البلاغة و الفصاحة و كان فيها اماما لا يشق غباره و مقدما لا تلحق آثاره و من وقف على كلامه مرقوم الموسوم بنهج البلاغة صار الخبر عنده عن فصاحته عيانا و الظن يعلو مقامه فيه ايقانا

چوتھے علم فصاحت و بلاغت، آپ اس میں امام کا درجہ رکھتے تھے، جن کے نشانِ قدم کا مقابلہ نہیں ہوسکتا، اور جو آپ کے اس کلام پر مطلع ہو جو نہج البلاغہ کے نام سے موجود ہے، اس کے لیے آپ کی فصاحت کی سنی سنائی خبر مشاہدہ بن جاتی ہے، اور آپ کی بلندی مرتبہ کا اس بات میں گمان یقین کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

جمال الدین ابوالفضل محمد بن مکرم بن علی افریقی مصری (م ۷۱۱ ھ) نے بھی اپنی کتاب لسان العرب میں نہج البلاغہ سے اخذ کیے گئے الفاظ کو کلامِ علیؑ کہتے ہوئے حل کیا ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی (م ۷۹۱ ھ) لکھتے ہیں:

و اذا هوافصحهم لسانا على ما يشهد به كتاب نهج البلاغة

حضرت علیؑ سب سے زیادہ فصیح اللّسان تھے، جس کی گواہی کتاب نہج البلاغہ دیتی ہے۔

علامہ علاء الدین قوشجی (م ۸۷۵ ھ) شرح تجرید میں قول محقق طوسی ''افصحهم لسانا'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

على ما يشهد به كتاب نهج البلاغة و قال البلغاء ان كلامه دون كلام الخالق و فوق كلام المخلوق

جس کی گواہ آپ کی کتاب نہج البلاغہ ہے، اور اہلِ بلاغت کا قول ہے کہ آپ کا کلام خالق کے کلام سے نیچے اور تمام مخلوق کے کلام سے بالاتر ہے۔

محمد بن علی بن طباطبا معروف بہ ابن طقطقی لکھتے ہیں:

عدل ناس الى نهج البلاغة من كلام اميرالمومنين على بن ابى طالب (عليهما السلام) فانه الكتاب الذى

يتعلم منه الحكم و المواعظ و الخطب و التوحيد و الشجاعة و الزهد و علو الهمة و ادنیٰ فوائد الفصاحة و البلاغة

بہت سے لوگوں نے کتاب نہج البلاغہ کی طرف توجہ کی جو امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کا کلام ہے۔ کیونکہ یہ وہ کتاب ہے کہ جس سے حکم اور مواعظ اور توحید اور زہد اور علو ہمت، ان تمام باتوں کی تعلیم حاصل ہوتی ہے اور اس کا سب سے ادنیٰ فیض فصاحت وبلاغت ہے۔

علامہ احمد بن منصور کازرونی اپنی کتاب "مفتاح الفتوح" میں امیرالمومنینؑ کے حالات میں لکھتے ہیں:

و من تامل فی کلامه و کتبه و خطبه و رسالاته علم ان علمه لا یوازی علم احد و فضائله لا تشاکل فضائل احد بعد محمد صلی الله علیه و سلم و من جملتها کتاب نهج البلاغة، و ایم الله لقد وقف دونه فصاحة الفصحاء و بلاغة البلغاء و حکمة الحکماء

جو حضرت علیؑ کے کلام، خطوط، خطبوں اور تحریروں پر غور کی نگاہ ڈالے اسے معلوم ہوگا کہ ان کا علم کسی دوسرے کے علم کی طرح نہیں ہے اور ان کے فضائل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کے فضائل کی طرح نہیں ہیں اور انھیں میں کتاب نہج البلاغہ ہے اور خدا کی قسم آپ کی فصاحت کے سامنے تمام فصحاء کی فصاحت اور بلیغوں کی بلاغت اور حکماء کی حکمت مفلوج و معطل ہو کر رہ جاتی ہے۔

امین نخلہ لبنان کے مسیحی دانشور کا کہنا ہے:

عرب کے سب سے بلیغ کلاموں میں سے ابوالحسن کے بلند ترین بلاغت آمیز سو کلمات کے انتخاب کی مجھ سے فرمائش کی گئی، میں نے بڑی مسرت سے اس باعظمت کتاب نہج البلاغہ یا بلاغت انجیل کے اوراق کو کھولا۔ لیکن واللہ نہیں سمجھ پایا کہ کس طرح سے امام علیؑ کے کلام سے سو کلمات کا انتخاب کروں۔ اس سے زیادہ واضح کہوں کہ نہیں پتا کہ ایک کلمہ کو کس طرح سے دوسرے سے جدا کروں۔ کیونکہ اس کی مثال یوں ہے کہ یاقوت کے دانے کو دوسرے دانوں سے کیسے جدا کروں۔ آخر اس کام کو کیا، اس حال میں کہ یاقوت کے چمکتے دانوں کو جا بجا کیا، اور میری آنکھیں ان کی تابش سے خیرہ ہوگئیں۔ میں نے کہا کہ مجھ سے ان سو کلمات کو لے لو اور یاد رکھنا کہ یہ سب انوار بلاغت کی شعائیں اور فصاحت کے شگوفوں کے غنچے ہیں۔

کلامِ علیؑ نہ ہونے کی دلیل

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال اور ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں اس کے کلامِ علیؑ نہ ہونے کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ اس میں صدرِ اسلام کی بعض شخصیات پر تنقید کی گئی ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے بھی ایسے ہی الفاظ کو بنیاد بنا کر کہا ہے کہ یہ امیرالمومنینؑ کا کلام نہیں ہے۔

استاد محمد محی الدین جو جامعہ الازہر کے کلیۃ اللغۃ العربیہ کے استاد رہے ہیں، نے نہج البلاغہ پر تعلیقات تحریر کیے ہیں۔ وہ نہج البلاغہ کے استناد و اعتبار پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد اس پر اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے ان اشخاص کا ذکر کیا ہے جن

کا رجحان یہ ہے کہ وہ اسے شریف رضی کا کلام قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیالات کا جائزہ لیتے ہوئے استاد محمد محی الدین کہتے ہیں:

سب سے اہم اسباب جو اس کتاب کے کلام امیرالمومنین نہ ہونے سے متعلق پیش کیے جاتے ہیں، صرف چار ہیں۔

① پہلے یہ کہ اس میں اصحابِ رسولؐ کی نسبت ایسے تعریضات ہیں، جن کا حضرت علی علیہ السلام سے صادر ہونا تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

② دوسرے اس میں لفظی آرائش اور عبارت میں صنعت گری اس حد پر ہے جو حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں مفقود تھی۔

③ تیسرے اس میں تشبیہات و استعارات اور واقعات و مناظر کی صورت کشی اتنی مکمل ہے جس کا پتا صدر اسلام میں اور کہیں نہیں ملتا۔ اس کے ساتھ حکمت و فلسفہ کی اصطلاحیں اور مسائل کے بیان میں اعداد کا پیش کرنا، یہ باتیں اس زمانہ میں رائج نہ تھیں۔

④ چوتھے اس کتاب کی اکثر عبارتوں سے علم غیب کے ادعا کا پتا چلتا ہے، جو حضرت علیؑ ایسے پاکباز انسان کی شان سے بعید ہے۔

موصوف ان خیالات کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خدا گواہ ہے کہ ہمیں ان اسباب میں سے کسی ایک میں اور ان سب میں مجموعی طور پر بھی کوئی واقعی دلیل بلکہ دلیل نما شکل بھی اس دعوے کے ثبوت میں نظر نہیں آتی جو ان لوگوں کا مدعا ہے، بلکہ انھیں تو ایسے شکوک و شبہات کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، جو کسی حقیقت کے ماننے میں تھوڑا سا دغدغہ بھی پیدا کر سکتے ہوں اور جن کے رفع کرنے کی ضرورت ہو۔

پھر انھوں نے ایک ایک کر کے ہر بات کو رد بھی کیا ہے۔ پہلی بات کے جو کچھ انھوں نے کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

رسول اللہؐ کے بعد مسئلہ خلافت میں طرزِ عمل ہی ایسا اختیار کیا گیا جس سے فطرتاً حضرت علی علیہ السلام کو شکایت ہونا ہی چاہیے تھی اور آپ کی خلافت کے دور میں اہلِ شام نے آپ کے خلاف جو بغاوت کی اس سے آپ کو تکلیف ہونا ہی چاہیے۔ ہر دور کے متعلق آپ کے جس طرح کے الفاظ ہیں وہ بالکل تاریخی حالات کے مطابق ہیں۔ اس لیے اس میں شک و شبہ کا کیا محل ہے۔

خُطبۂ شقشقیہ

ڈاکٹر طاہر القادری کا کہنا ہے کہ ابن ابی الحدید اور میثم بحرانی بھی خطبہ شقشقیہ کو حضرت امیرالمومنینؑ کا کلام تسلیم نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ ابن ابی الحدید نے اس خطبے کی شرح کی ہے، مفاہیم کی توجیہ کی ہے لیکن یہ نہیں کہا کہ حضرت علیؑ کا کلام نہیں ہے بلکہ کہا کہ مجھے میرے استاد مصدق بن شبیب واسطی نے بتایا ہے کہ میں نے اس خطبہ کو اپنے استاد ابی محمد جو ابن خشاب کے نام سے مشہور ہیں، کے سامنے پڑھا، جب میں ابن عباس کے قول "ما اسفت علی کلام" پر پہنچا تو میرے استاد نے کہا: اگر ابن عباس میرے سامنے یہ جملہ بولتے تو میں کہتا کہ آپ کے چچازاد کے دل میں کچھ رہ گیا

تھا کہ آپ کو اس کے نہ سننے کا افسوس ہو رہا ہے۔ پھر میں نے استاد سے پوچھا کہ کیا یہ رضی کا گھڑا ہوا ہے، تو کہا: مجھے اس کے کلامِ علیؑ ہونے کا اس طرح یقین ہے جس طرح مجھے یقین ہے کہ تو مصدق ہے۔ میں نے رضی کی تحریریں پڑھی ہیں، ان کا اور اس خطبے کا اسلوب الگ الگ ہے۔ میں نے اس خطبہ کو ان کتابوں میں بھی پڑھا ہے جو رضی کی پیدائش سے دو سو سال پہلے لکھی گئی ہیں۔

تواتر لفظی و معنوی

ڈاکٹر طاہر القادری کا کہنا ہے کہ بہت سے شیعہ محققین اور علماء کہتے ہیں کہ یہ حضرت علیؑ کا خطبہ نہیں ہے، مثلاً میثم بحرانی، شرح نہج البلاغہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۱، ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۱

ہمیں نہیں معلوم کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ نظریہ کیسے قائم کرلیا ہے، جہاں تک ابن ابی الحدید کا تعلق ہے، ان کی کچھ عبارات ہم گزشتہ صفحات میں نقل کر آئے ہیں، جبکہ میثم بحرانی کی عبارت سمجھنے میں ڈاکٹر صاحب سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ کیونکہ میثم بحرانی نے بھی اپنی شرح نہج البلاغہ کے مقدمہ میں کہا ہے کہ یہ امیرالمؤمنینؑ کا کلام ہے جو دقیق مسائل پر مشتمل ہے۔ **فاعلم ان کلامہ۔**

انھوں نے خطبہ شقشقیہ کے تواتر لفظی کا انکار کیا ہے اور تواتر معنوی کو ثابت کیا ہے اور اس کے لیے اس خطبہ کی صحت پر کئی شواہد پیش کیے ہیں۔

س سلسلے میں ہم پہلے ہی بیان کر آئے ہیں کہ شیعہ روایات کو نقل بالمعنی سمجھتے ہیں بلطف کی بات یہ ہے کہ تمام روایات کو تواتر لفظی کیا تواتر معنوی کی بھی حیثیت حاصل نہیں ہوتی، چونکہ پہلا مرحلہ تو خود روایت کی نسبت کو ثابت کرنا ہوتا ہے اور ثابت ہوجائے تو پھر اس کے درجے کا تعین کرنا پڑتا ہے۔ ایسے ہی تواتر معنوی ثابت ہوجائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ روایت بہت زیادہ قابلِ اعتماد ہے۔ یہی نقطہ نظر میثم بحرانی کا خطبہ شقشقیہ کے بارے میں ہے۔ یعنی وہ اس کے تواتر لفظی کے تو نہیں لیکن تواتر معنوی کے قائل ہیں۔

ڈاکٹر طاہر القادر نے خطبہ شقشقیہ کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی سند کہاں ہے۔ ہم ذیل میں اس کی دو سندیں پیش کر رہے ہیں:

① **محمد بن علی ماجیلویہ عن عمہ محمد بن ابی القاسم عن احمد بن ابی عبداللہ البرقی عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن ابان بن عثمان عن ابان ابن تغلب عن عکرمہ عن ابن عباس عن امیر المومنین**

② **محمد بن ابراہیم بن اسحاق الطالقانی عن عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی عن ابوعبداللہ احمد بن عمار بن خالد عن یحییٰ بن عبد الحمید الحمانی عن بن راشد عن علی بن خزیمۃ عن عکرمہ عن ابن عباس عن امیرالمومنین**

ایک راوی کی توثیق کا معاملہ

ڈاکٹر طاہر القادری نے خطبہ شقشقیہ پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ اس میں جو راوی لکھے ہیں، ان میں علی بن محمد بن علی، حسن بن علی زعفرانی اور یعقوب بن جعفر بن سلمان ہیں۔ دوسری سند میں محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی، یحیٰ، ہلال، اسماعیل بن علی دعبلی

ہیں۔ ان راویوں کو شیعہ کے علماء نے ضعیف قرار دیا ہے۔اس سلسلے میں انھوں نے یہ حوالہ دیا ہے: معجم الرجال میرزا ابراہیم خوئی جلد ۲۱ صفحہ ۱۴۱، علل الشرائع صدوق جلد ا صفحہ ۱۵۰، الامالی طوسی صفحہ ۷۲ ۳ وغیرہ۔

تاہم انھوں نے نقد فقط محمد بن علی ماجیلویہ پر کی ہے۔ دیگر راویوں کے بارے میں انھوں نے کوئی بات نہیں کی۔ محمد بن علی ماجیلویہ کے بارے میں کہا ہے کہ اس کے متعلق کوئی توثیق نہیں ملتی۔ حالانکہ شیخ صدوق نے ۵۲ مرتبہ اپنی کتب میں ان کا ذکر کیا ہے۔اور شیخ کلینی نے بھی ان سے روایات لی ہیں۔

سید بحر العلوم کہتے ہیں:

الاتفاق علی صحۃ حدیثہ و ربما ناقش فیہ بعض المتاخرین و ہو نادر و فی الرواشح و القاب التلخص النص علی توثیقہ و ہو ظاہر المنتقی و مشرق الشمس

و قد یستفاد ذلک ایضا من توثیق الشہید الثانی فی الدرایۃ جمیع المشائخ المشہورین من زمان الکلینی الی زمانہ و الاصح انہ شیخ من مشائخ الاجازۃ و حدیثہ صحیح و ان لم یثبت توثیقہ

ان کی حدیثوں کی صحت پر علماء کا اتفاق ہے اگر چہ بعض متاخرین نے ان کے ذیل میں اعتراض کیا ہے لیکن یہ نادر ہے (یعنی قول شاذ ہے) محقق داماد کی کتاب الرواشح اور القاب التلخیص میں ہے کہ اس کی توثیق پ رنص ہے۔ المنتقی اور مشرق الشمس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ شہید ثانی کی الدرایہ سے بھی اس کی توثیق ثابت ہوتی ہے۔ کلینی سے لے کر آج تک مشہور مشائخ نے بھی اسے موثق قرار دیا ہے۔ پس حق یہ ہے کہ یہ مشائخ اجازہ میں سے ہیں اور ان کی احادیث صحیح ہیں، اگر چہ ان کی توثیق ثابت نہ ہو۔

شیخ عبدالرسول والغفار اس راوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

اما توثیقہ فلا یختلف اثنان

اس کی توثیق کے بارے میں دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا۔

سید رضی کا علمی مقام اہلِ دانش کی نظر میں

ہر مسلک کے علماء، شعراء اور اہلِ قلم نے سید رضی کی علمی کاوشوں کے بارے میں قلم فرسائی کرنا اپنے لیے باعث عزت و افتخار سمجھا ہے۔ علمی مراتب، اخلاقی فضیلت اور تفسیر و ادب میں جدت، نوآوری کی وجہ سے ہر خاص و عام، دوست و دشمن، عالم و غیر عالم نے سید رضی کا بے پناہ احترام و اکرام کے ساتھ آپ کے علم و استعداد کا اعتراف کیا ہے۔

مشہور قلم کار خطیب بغدادی، احمد بن عمر بن روح کا قول ذکر کرتے ہیں:

معانی قرآن کی ایسی تصنیف فرمائی کہ دوسرے اس کی مثال سے معذور ہیں۔ اہلِ ادب کی جماعت جن میں رؤسائے وقت بھی تھے، کہتے ہیں کہ سید رضی قریش کے سب سے بڑے ادیب اور شاعر تھے۔

الثعالبی کہتے ہیں:

دس سال کی عمر سے ہی شعر گوئی شروع کر دی تھی۔ وہ ہمارے ہم عصر شعراء میں عظیم المرتبت شاعر، عراق کی

نجابت وطہارت اور شرافت کے مالک، حسب ونسب میں صاحب افتخار، علم وادب میں نمایاں، فضل وکرم میں سب پر غالب اور دوسری بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔

جمال الدین لکھتے ہیں:

سید رضی موسوی لغت، احکام، فقہ، علم نحو کے عالم، شعروادب میں فصیح، بلند ہمت والے دین دار تھے۔ ان کے بھائی اور ان کے والد محترم شیعوں کے پیشوا تھے۔

ابن ابی الحدید کہتے ہیں:

نہج البلاغہ کی ایک سطر ابن نباتہ کے کلام کی ہزار سطروں کے برابر ہے اور ابن نباتہ فاضل خطیب ہیں جس پر سبھی لوگوں کا اتفاق ہے۔

ڈاکٹر ذکی مبارک (جو مصر کے بزرگ دانشور اور بغداد و قاہرہ یونیورسٹی کے استاد بھی رہ چکے ہیں) لکھتے ہیں:

اگر آپ کہیں کہ نہج البلاغہ کی چالیس مرتبہ شرح ہوئی، ایک ایک فصل کئی شرقی وغربی زبانوں میں ترجمہ کی گئی، اگر آپ کہیں اس کتاب نے مذاہب کی تحقیق و تنقید کے ابواب کو کھولا ہے، اگر کہیں تمام فصحاء پر برتری رکھتی ہے، اگر آپ کہیں نہج البلاغہ سب سے مشہور مجموعہ ہے اور جو عصر خلفاء سے ابھی تک محفوظ ہے، اگر آپ کہیں یہ مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہے اور عرب وغیر عرب کا کوئی کتاب خانہ نہیں ہوگا جہاں یہ کتاب نہ ہو۔ اگر آپ کہیں اس کے مخالفین بھی اس کی ادبی اہمیت کے مُعترف ہیں اور اگر آپ اس طرح کی تمام خصوصیات کو ذکر کریں تو اس وقت آپ کو معلوم ہوگا کہ سید رضی نے اس بے نظیر کتاب کی جمع آوری کر کے ادبیات، لغت اور اسلاف کی کتنی عظیم خدمت انجام دی ہے۔

ڈاکٹر ذکی مبارک مصری کے بقول اس بات کا اعتراف کرنے کے علاوہ چھٹکارا نہیں ہے کہ نہج البلاغہ اصل (علی بن ابی طالب کا مجموعہ کلام ہی ادب کی کتاب) ہے، ورنہ یہ اس بات کی دلیل بن جائے گی کہ شیعہ ہی علم بلاغت اور اس کی صیانت وحفاظت میں سب سے زیادہ قادر ہیں۔

حافظ ذہبی جو بہت بڑے مؤرّخ ہیں، لکھتے ہیں:

سید رضی شعرائے قریش میں سب سے بڑے نو آور شاعر تھے کہ جنھوں نے نو سال کی عمر سے ہی شعر گوئی کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، بے حد صاحب ذکاوت اور ہوش مند تھے، جن کے دیوان چار جلدوں میں مدوّن ہوئے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں:

علم فقہ اور عقائد سے بہت استفادہ کیا۔ تھوڑی سی مدت میں قرآن حفظ کر لیا، وہ فاضل دانشمند، شاعر، صاحب قلم، پاک طینت، شجاع اور دین دار مرد تھے۔

بقول ابن جوزی: سید رضی ایک بافضل عالم، پاک دامن، بلند مرتبہ اور متدین بہترین شاعر تھے۔

ابن ابی الحدید مُعتزلی حنفی بھی اس طرح لکھتے ہیں:

وہ پاک دامن، شریف، بلند مرتبہ، دین اور اس کے اصول کے پابند انسان تھے۔

سید رضی کی تصنیفات و تالیفات

سید رضی نے قرآن، حدیث، فقہ اور ادب پر گراں قدر تصنیفات اور تالیفات کا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ وہ اپنے زمانے کے اکابر علماء اور ادبا میں سے

تھے۔ یہ حقیقت ان کی کتب کی فہرست پر ایک اجمالی نظر ڈالنے سے آشکار ہو جاتی ہے۔

قُرآن:

(۱) تلخیص البیان عن مجاز القرآن
(۲) حقائق التاویل فی متشابہ التنزیل
(۳) معانی القرآن شائع

حدیث:

(۴) مجازات الآثار النبویّہ

ادب:

(۵) تعلیقہ علی ایضاح ابی علی الفارسی
(۶) الحسن من شعر ابن الحجاج
(۷) الزیادات فی شعر ابی الحجاج
(۸) الزیادات فی شعر ابی تمام
(۹) مختار شعر ابی اسحاق الصابی
(۱۰) ما دار بینہ و بین ابی اسحاق من الرسائل شعراء
(۱۱) کتاب مراسلات
(۱۲) انشراح الصدر فی مختارات من الشعراء
(۱۳) دیوان، چار ضخیم جلدیں
(۱۴) نہج البلاغہ

اختیار محاسن الخطب ثم محاسن الکتب ثم محاسن الحکم من کلام امیرالمومنین علیہ السلام

فقہ

(۱۵) تعلیق خلاف الفقہا

تاریخ

(۱۶) خصائص الائمہؑ
(۱۷) اخبار قصہ بغداد
(۱۸) سیرت الطاہر (یہ کتاب سید رضی نے اپنے والدگرامی کے بارے میں لکھی ہے)

نوٹ: اس مقالے کے تحقیقی مراحل میں ہمیں جناب علامہ سید مزمل حسین نقوی کا تعاون حاصل رہا ہے۔ وہ البصیرہ کے شعبہ تحقیق کے مدیر رہے ہیں۔

(بشکریہ ماہنامہ "پیام" اسلام آباد مارچ ۲۰۱۶ء)

Registered No. (G) H.C/722